کلمات الشعرا

یعنی

تذکرۂ سرخوش

تألیف

تصحیح

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

تذکرۂ کلمات الشعراء جس کی شاید یہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے، اس میں عہد جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس کا مصنف محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وہ خود ملا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے،

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں لیکن ان میں سے جواب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالخصوص وہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شائع نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؒ تھے۔ چونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متأخر ہے لہذا مورخین کی توجّہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ علاوہ اس کے چونکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اس لئے علمی دنیا میں اس کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع

لہ رسالہ اورنٹیل کالج میگزین (بابت سال ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۲ء) میں تقریباً ایک سو چالیس فارسی تذکروں کی مفصل فہرست شائع ہوئی تھی۔

نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصّب اور اہلِ یورپ کی بدمذاقی اس بے توجّہی کے دو بڑے سبب ہیں،

ہندوستان کے فارسی مصنّفین کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خُدا کا شُکر ہے کہ ہمارے مُلک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصّہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے،

مسٹر صادق علی دلاوری نے "تذکرۂ کلمات الشعراء" کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہمارے شُکریہ کے مُستحق ہیں۔ یہ تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبُول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نُسخے ہر کُتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبُول اور مفید کتاب کو شائع کرنا ازبس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبُوعہ متن پنجاب یُونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نُسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالاتِ جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نُسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتّب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شُبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے"

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد اقبال

محمد افضل سرخوش

۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جدِ امجد میر لعل بیگ بدخشان کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے۔ جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوئے۔ سرخوش محمد زاہد کے دوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی۔ بچپن ہی میں شعر گوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہو گئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علی "از یاران قدیم بود در خورد سالگی یکجا ہم مشق سخن میکردیم و صحبتہا میداشتیم"۔ شروع میں اپنے برادر بزرگ خیرالدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کی عمر ہوگی کہ ایک روز بازار میں سے گذر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا۔ اُس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

بر زنخدان تو خالِ سیہی افتادست   ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتادست

گھر پہنچکر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سُنایا وہ بہت خوش ہوئے۔ اس ہونہار بچے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین و جمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست   بالائی علم چو گل بشاخ رعناست

نی نی غلطم کہ آفتاب محشر   یک نیزہ برآمد و قیامت برپاست

اِس رُباعی سے تمام میان دواب میں ایک غلغلہ بپا ہو گیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد رہائی وغیرہ سرخوش کے والد کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح چمکنے والا ہے

اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملّا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اس کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھکر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہر کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہوگئی کہ اب ان کی اصلاح بھائی کے بس کا کام نہ رہا۔ ملّا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہر کی خدمت میں لیگئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہوگیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے۔ لطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہر پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی لیکر آتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلاسکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعرا میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھیے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجیے۔ سرخوش لکھتے ہیں:۔

"روزی بخانہ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملّا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند	میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سُبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر بگوید۔ روز دیگر در خانہ دانشمند خان بشاہ ماہر دوچار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم۔ حکیم گفت او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعا میگفتہ باشد و الّا من کی لیاقت استادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برائی شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد مراد در چشم ایشان چه قدر و منزلت خواہد بود۔ شعر اشاگرد خدا ایند۔"

مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است امّا استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ"۔ میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "در ہندسہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش"۔

مُلازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نوّاب بخشی الممالک رُوح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

"دران ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ...... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ"۔

۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفی عدالت کا عُہدہ تفویض ہُوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشان میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دُنیا مُراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجالاتے رہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

"ہرچند در عالم جوانی درپی دولت و دُنیا و تلاش منصب و جاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشان را سرمایۂ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں :۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلۂ خدمتی بعلوفۂ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوّف و عرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معزؔ اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معزؔ کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلباء سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اُٹھالو اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوّف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجادہ نشینی خود را بیان واقع بتعمیہ لطیف درست کردہ در رُباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال   مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جہانی بہ نیاز   تاریخ شدہ خلیفۂ شاہ جلال"

کارِ خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لئے دو حویلیاں حوض و فوّارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ طبیعت میں فیاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کارِ خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعرا میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رُباعی میں بیان کی :۔

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جل   آراستہ این مسجد پر زیب و حلل
اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست   دل گفت کہ مسجد محمد افضل

۱۱۱۰ھ

شکایت زمانہ

باوجود بزرگ زادگی وقناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"حق تعالیٰ مارا در زمانہ انداختہ کہ ہر چند زمین را بآسمان دوختم روی ولی بلکہ توجہی ہم ازکسی ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بران گروہ بہ باید گریست کز پس ما | حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعراء میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ حسن طلب کے ذریعہ عنایت وکرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ ما بخشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمتِ او کردہ ساقی نامہ وتعریف خسخانہ بنام وی گفت۔ دران شنو یہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خسخانہ است ؎

سر انگشتش بجود از یک اشارت | دہد سرمایہ دریا بغارت

بدر کی ہمتش دستی رساند | کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چوبداری رفتہ خانۂ سرخوش دیدہ بیاید۔ رو بمن کردہ گفت یکدست خلعت ویک راس اسپ برائی شما علیحدہ کردہ ام۔ چون محقر لیست بخانۂ شما میفرستم۔ دیگر بر در تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانہ بر نیامد کہ مبادا عطیۂ ایشان بیارند ومرا در خانہ نیابند۔ انتظار ہا کشید آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار بر دند کہ شاعری در مدحش قصیدہ گفتہ آورد در مجلس بر خواند ترک شنیدہ محظوظ شد وگفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدا ہم۔ شاعر دمِ صبح باربردار وجوال وریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدار غ برخاستہ بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ باربردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔ امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد۔ من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار وجوال وریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز بیک رُباعی رسوای عالمش ساخت۔

ای پنجہ تو زدامن ہمت دور
بر دولت بی فیض دماغت مغرور

بی ہمتی و نام تو ہمت خان است
برعکس نہند نام زنگی کافور"

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکمل محمد افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود"۔

گل رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوشتر لکھا ہے۔ اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش۔

بیغم بیراگی (یہ بھی ہندو تھے)

شیخ سعد اللہ گلشن

عبدالرحیم کمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۰ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل دہر رسے" اور حکم چند ندرت نے "زجہان رفت آہ عارف پاک"

سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے۔ خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرائ قرار دادۂ ہندوستان است۔ نسخۂ کلمات الشعر التصنیف نمودہ۔ خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاہ شہید در خدمت او رسید و چون از حلیہ بصارت در آنوقت مردم چشمش عاری شدہ بود۔ دیوان خود را بفضل اللہ نام پسر خود کہ بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص می نمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔ داد کہ پیش فقیر بخواند۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راہِ ادب عار رہمراہ نداشتن سفینہ آوردم۔ آنمرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم ؎

افتادگیست مایۂ نشو و نمائی من
نخلم چو گرد باد ز خاک آب میخورد

واین رُباعی نعت۔

امّی لقبی کہ ہست دارائی سخن	از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکہ جہان کرد از و کسب علوم	گر دید سواد سایہ اش ہم روشن

بمجرد شنیدن سرمرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسہ داد و فرمود کہ تا حال فکر ہیچ نوجوانی باین پایہ ندیدہ ام۔ بہر حال خدا ایش بیامرزاد۔ انصافی کہ در مزاج آن عزیز بزرگ دیدہ شد کم بنظر آمدہ۔ در طبع مرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش بایران رسیدہ و نصر آبادی داخل تذکرہ نمودہ۔ ہرچند شاگرد محمد علی ماہر است امّا استفادۂ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ و کفی بہ شرفا با میرزا عبد القادر بیدل معاصر و ہمطرح بود رُباعیات او خیلی معانی تازہ دارد و بسیار عارفانہ گفتہ۔ سال سیوم یا چہارم محمد فرخ سیر بادشاہ از جہان رفتہ۔ رحمۃ اللہ علیہ مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و باداگفتہ ؎

بهم نایاد چو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی بر آمد اللہ اللہ از زبانِ ما"

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کیجاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

"در حسن ابدال غلغلہ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت ؎

میر معز ہیچکس آگہ ز شرح اشتیاق ما نشد نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد

سرخوش ہیچ دل از زینتِ دنیا نشاط افزا نشد عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی امثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکر ہا میکردند و غور ہامی نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چون دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ ما در نمی یابیم باری خود بیان کن۔ گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بہنہان لال دادہ تازہ است و از من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف۔"

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پنتالیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(نظم) مثنوی نورٌ علیٰ نور۔ جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی۔

مطلع:۔ شیشہ از قلقل حکایت می کند ـــــ غمزۂ ساقی روایت می کند

مثنوی حسن و عشق مشتمل بر قصۂ سسی و پنوں

ساقی نامہ

مثنوی قضا و قدر

مثنوی در بعض خصوصیات ہندوستان

جنگ نامہ محمد اعظم شاہ

(نثر) جوش و خروش

کلمات الشعرا

دیباچۂ دیوان

(دیوان میر معز و ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)

ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید دو[2] تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔

(۱) مثنوی در تعریف خسخانہ۔

(۲) رسالہ رو ائح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

گلِ رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد غزلیات، رباعیات اور متفرق نظمیں تھیں۔ لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔

جملہ تصنیفات میں سے صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبرد زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے روشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گلِ رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ دیوان کے متعلق سرو آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا۔ لیکن باوجود سعی بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی۔[1]

خصوصیات کلام

اب ہمارے پیش نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

---

[1] غالباً سرو آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۶ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا یہ سرخوش مظفر الدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

پختگی۔ برجستگی و جدت طرازی سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قدما کی طرز سے رغبت نہ رکھتے تھے طبیعت کا میلان تلاش معانی کی طرف زیادہ تھا۔ میر معز اور میرزا محمد علی ماہر اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ میرزا بیدل اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے رہتے تھے جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند کہ مرد بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ میرزا خلیل مذکور (یہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشان میکنانند و میگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعر۔ من از میرزا میپرسیم کہ این کدام بزرگی است۔ میگوید حضرت مرتضیٰ علی ولی اللہ کرم اللہ وجہہ۔ من دوبارہ سر در قدم مبارکش گذاشتم۔ دست بر پشت من زدہ مرا بر داشتہ فرمودند کہ سرخوش ہمچو تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنین است حال آنکہ ہمچو من در عصر من اکثر اعزہ ہستند۔ میرزا محمد کہکر کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب دو صفت کمالی بیت

عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن — قرنہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل

مرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یابیست ہمچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست۔"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی۔ محمد علی ماہر۔ میر معز وغیرہ بہت سے اعزہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجو گوئی کی ایک مثال اوپر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے۔

"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست وزبانرا بمذمت این ناکسان آلودن عار می داند و مقرر شعر است که قابل مدح را قابل ہجو نیز میداننا۔ و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو اما بہر حال ہجو شان لازم است ؎

جز بہجا کلک سزاوار نیست — مار کہ زہرش نبود مار نیست

گاو بیست زمین گرفتہ بر شاخ — بر پوزش عقرب نمایان

ہیچ بسرش چو باد نخوت — نیشی زندش بامر یزدان

آن گاو بہ پیش اہل دانش — صاحب دولت بود بدوران

انہم ز غرور حشمت و جاہ — بر تابد چونکہ سر ز فرمان

بر پوزش ہست نیز لازم — نیش ہجوی ز نکتہ سنجان

خودستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریریں جا بجا خودستائی کی جھلک نظر آئیگی۔ لیکن اس کے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرنے وقت مبحث کے ماحول اور رواج زمانہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ سرخوش بد قسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جب کہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سرد مہری کا شکار ہو چکی تھی۔ بادشاہ کا زہد خشک شاعروں کی تر دامنی کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علی دین ملوکہم۔ امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدر افزائی تو درکنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ اندرین حالات اگر سرخوش کو اپنے مرتبہ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو اس کے لئے انہیں مطعون کرنے کے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

کلمات الشعرا

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"پوشیدہ نماند عزیزانی کہ پیشتر بتالیف وترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال واشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانندہ اند۔ اکثر تواریخ وتذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است ودر ہر تذکرہ ذکر ہمین ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد برداشتن ونقل نویسی کردن لطفی ندارند۔

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان ومعنی تازہ یابان بسیار است واشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال وتدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بر بجاست لہٰذا شمۂ از احوال واقوال سخن سنجان عصر نورالدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بمعراج کمال رسانندہ اند وفقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ وبابعضی نسبت ہمعصری داشتہ آنچہ بگوش خوردہ کم وبیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم وضبط رقم در آوردہ بہ کلمات الشعرا موسوم گردانید وتاریخش نیز از نام بر آوردہ"

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعرا تاریخی نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو ۱۱۰۸ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادر زادہ جس کا نام اسد اللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیر خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد ۱۱۱۵ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۱۱۵ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں۔

"از وقتیکہ بہ تسوید این نسخہ غریبہ پرداختہ ام چہار پنج مسودہ بدستخط خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام۔ ہر مسوّدہ را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جابجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل یکیست امّا در کثرت عبارات تغیر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزہ دیگر داخل شدہ۔ قصہ کوتاہ کہ این نسخہ ناسخ جمیع مسوّدہاست ہر کہ سابق دارد بشوید و این را بجان برابر دارد۔ از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمین قسم سطر موافق سطر بزنگارد۔ والسّلام"[1]

شہرت و اہمیّت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیّت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اُتار کر لے جاتے اور دُور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اُس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نُسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں۔

اس کی اہمیّت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اُس زمانہ کے شعرا کے حالات سے ہمیں رُوشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کس مپرسی کے

---

[1] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا۔ کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنہوں نے سرخوش کو دوبارہ نظر ثانی پر مجبور کیا۔ مثلاً اس نسخہ میں بھی آمانی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں۔

عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعروسخن کی کساد بازاری کا زمانہ ہے لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی۔ کمی تھی تو محض قدر دانوں کی۔

ماخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو مُلاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسویخان کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین اُستادان سُخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرزِ تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان و سادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف و شستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتی الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرّف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹۔ نقطے ندارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پُرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمّل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سُرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوئے ہیں۔ طرزِ تحریر نسخہ (ا) سے بالکل مختلف ہے۔ کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام وسنِ تحریر درج نہیں۔ زیادہ پُرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان ۱۲۶۱ھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ۱۹۹۹ ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پُرانا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پر ایک مُہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ہ) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۴ مکمل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخطی عبارت یہ ہے:۔

"ہزاران شُکر و سپاس بجناب رب الناس کہ بہمین توفیق رفیقش نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل تخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال والاکرام بیارک الخیر وہو علیٰ کل شئیٍ قدیر۔

بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفت"۔

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دِقتیں پیش آئیں وہ مَیں ہی جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے اس پر بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوئے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد گلیمی کے پاس حیدر آباد میں بھیجے تا کہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے۔ جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم اُنھوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو لفظ پڑھے نہ گئے اُن کی شکل اُتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہرحال مَیں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دلاوری

فہرست کتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔ سپرینگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
ماثر الکرام جلد دوم
نشتر عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصرآبادی
تذکرۂ حسینی
مرات الخیال
مخزن الغرائب

بسم الله الرحمن الرحیم

سخن جانست دیگر گفتگو جانانِ[1] من بشنو — اگر هر لحظه جان تازهٔ[2] خواهی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی که حقیقت[3] انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساخته ونعت نبی اُمی که نوک[4] قلم از عار شق نکرده بشق القمر پرداخته۔ فقیر حقیر سرخوش واضح می گرداند که سخن قدیم است ولایزال زیرا که کلام از جملهٔ صفات سنیهٔ الهی است وچون ذات قدیم ولایزال است صفاتش نیز می باید که قدیم ولایزال باشد۔ غرض تا بهار نطق در جوش است هر زبان بالفاظ رنگارنگ گلفروش۔ در جمیع افواه والسنه رتبهٔ کلام موزون از ناموزون ونظم از نثر زیاده وافزون است بیت

آب بود معنی روشن غنی — خوب[5] اگر بسته شود گوهر است

گواه صادق این دعوی مصرعهٔ برجستهٔ بسم الله الرحمن الرحیم۔ که دیباچه طراز وعنوان آرای قرآن است وبیت برجستهٔ بلند ابروان را جای بالای چشم های خوبرویان وخوش نگاهان۔ حکماء گویند که در بدن آدمی عجائب بسیار است۔ اما دو چیز بغایت غریب ونادر است که عقل در ادراک آن عاجز وقاصر است۔ اوّل جستن نبض که بی نطق خبر از اعتدال واختلاف امزجه میدهد واطبّاء از آن بسقم وصحّت ابدان مطلع میگردند۔ دوم شعر یعنی کلام موزون که گرهی بر باد بیش نیست۔ بچه فصاحت وبلاغت ولطافت ونزاکت ترکیب می یابد که موجب یادگار وباعث زندگی تام در روزگار میگردد۔ سخن سنجان به نسبت آن از همه گرممتاز اند وتلمیذ الرحمانی معزز وسرفراز۔ چنانچه ملّا ظهوری فرماید۔

بیت ز حیوان بنطق آدمی برتر است[6] — پس آدم تر آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیهم السّلام اقرب واقع است زیرا که رجوع هر دو طائفهٔ عالیه همیشه بمبدء فیاض وعالم غیب است چنانچه مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید

پیش وپس قلب صف کبریا — پس شعرا آمد وپیش انبیا

---

[1] د: جانانِ من بشنو [2] د: تازه میخواهی [3] ج: خلقت [4] د: که نقش نوک قلم عار کرده [5] ج: صاف [6] د: بهتر،

بیقین باید دانست که ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائدهٔ کلی و منفعتِ تام نخواهد بود۔ و پوشیده نماند[1] که عزیزانی که پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرهٔ شعرا پرداخته اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا بسخنوران عهد خویش رسانده اند۔ اکثر تواریخ و تذکره تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاه رقمی گشته۔ در هر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر همین ها مرقوم بخاطر عاطر گذشت که از روی نوشتهٔ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچه سحر آمیز باشد　　طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید که چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازه یابان بسیار است و اشعار جواهر عیار ایشان بیاضی بر روی کار۔ اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نموده آید به[2] بجاست لهذا شمهٔ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نور الدین جهانگیر بادشاه تا نازک خیالان عهد عالمگیر شاه که پایهٔ معنی یابی را بمعراج کمال رسانده اند۔ و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری[3] دریافته و با بعضی نسبت هم عصری داشته۔ آنچه بگوش خورده کم و بیش موافق ترتیب حروف تهجی بقید قلم و ضبط[4] رقم در آورده "بکلمات الشعرا" موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آورده۔ هر که از نعمت الوان این خوان احسان فائده بر دارد امید که این ریزه چین زلهٔ کرم را بفاتحهٔ خیر یاد آرد ؎

[5] داخل اهل سخن نیست بپیش دانا　　هر که نامش نبود در کلمات الشعرا

میر الٰهی

در عهد جهانگیر بادشاه از ولایتِ همدان بهندوستان آمده۔ شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده۔ دیوانی مشهور دارد۔ چون نام مبارک الٰهی تخلص کرده تعظیماً ابتدا از وی نموده شد۔ از وست ؎

روی در هم میکشد[6] از روی ما آئینه هم　　چین پیشانیست گویا آیه[7] در شان ما

و هر انتقام آن کشد اکنون زمن که داشت　　آسوده چند روز به پشت پدر مرا

نیم جو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم　　خوشه سان در کیسه پنهان میکند هر دانه را

زبس طراوت رویش نمیتوان دانست　　که شبنم است بگل یا گره به پیشانی

[1] ج: نماید [2] ک: برجاست [3] ک: بعض [4] ک: تحریر [5] د: "داخل اهل سخن نیست بر اهل ذکا۔ آنکه فیضی نبرد از کلمات الشعرا"
[6] د: میکند [7] ب: آیتی [8] ب: ما

میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بهند نیامده - دیوانش مشهور است - اشعارش خالی از وقت آفرینی نیست -

از وست ؎

کدام روز که سر مشق انتظارم نیست — کدام شب که سر گریه در کنارم نیست

خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت — دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنید

گشتم غبار و از سر کویت نمی روم[1] — دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی

شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد — مبادا شیشهٔ یارب ازین طاق بلند افتد

میان ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود ؎

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع — هر سوالی که نکردیم جوابی دارد

شش جهت مشت غباری شد و پرواز گرفت — برق جولان که در خرمن خاک افتاد است

فقیر بجای مشت غبار مشت شرار مناسب تر میداند - گر قبول افتد -

میرزا ابراهیم ادهم

سید عالی نسب صفوی نژاد است - در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده - دیوانه مشرب بی باک بود - جنون ساخته داشت - با همه بزرگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایهام میلی تمام داشت واز تمامی مثنوی زلالی سه بیت انتخاب کرده - الحق آن هر سه بیت انتخابیست - یکی در تعریف باغ و بهار گفته ؎

نزاکت آنچنانش نخل بستی[2] — که بار رنگ شاخ گل شکستی

دویم در وصف اسپ باد رفتار گفته است ؎

ز جستن جستن او سایه در دشت — چو زاغ آشیان گم کرده میگشت

سوم در تاریکی شب دیجور میگوید ؎

کواکب می نمودی در زمانه — چو چشم گربه در تاریک خانه

گویند روزی در مجلسی وارد میشود - امرد پسری را در پهلوی عزیزی می بیند - رفته در طرف دوم آں عزیز

---

[1] ب: کویش [2] ا: نقش،

می نشینند و اظهار گرمجوشی میکنند و آشنائی بهم میرسانند و آهسته در گوشش میگوید - که "چونست که این پسر را برای ما تنه[۵۱] کنی" او گفت "صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست" - می گفت "همچنین! اپس غلط کردم بدیگری می باید گفت" یک بیت در تعریف فقر خوب گفته از وست ؎

ایکه آرام دلِ خود بجهان می خواهی | بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

من اشعاره ؎

جامهٔ گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست | گر منش دامن بگیرم[۵۲] خونِ من خود مرده نیست
چمن جویای[۵۳] وصل کیست کز جود خیابانش | سراسر میرود چاک گریبان تا بدامانش
برائی نثار قش زر سر مند گیها | اگر جان نمید اشتم مرده بودم
ادہم صبح است وقت می نوشیدن | شوهاست بجمور سحر خوابیدن
آن نشه که در می صبوحی بینی | برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی

خان زمان خلف مهابتخان خانخانان سپه سالار طبع رسا داشت دیوانی رنگین گذاشته[۵۴] از وست ؎

گر نیم مائلِ رخسار تو حیرانی چیست | ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست
در رهِ عشق صلاح از من رسوا[۵۵] مطلب | کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست
بیا و کعبه چه سر میزنی خدا اینجاست | بطوف مرده کجا میروی صفا اینجاست[۵۶]
در باغ چسان توبه توان کرد امانی | هر شاخ[۵۷] و گلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفرخان احسن

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن[۵۸] صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب داده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت وقتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

---

۵۱ ه: بهاکنی - ب: "تعیه" کنی - تنه شدن در اصطلاح بعضی یعنی قبول کردن، راضی شدن است مانند تن در دادن (فرهنگ آنندراج) ۵۲ ج: نگیرم ۵۳ ب: جویان ۵۴ ب وه: "در طبابت نیز وقوف را کار میفرمود" ۵۵ و: شیدا است ۵۶ بعض نسخه ها مثل ب و ج: این دو بیت نیز دارد - ولی این هر دو بیت از آن نظیری نیشاپوری است - رجوع شود بدیوان نظیری ؎

زپای تا بسرش هر کجا که می نگرم | کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست
بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست | همین ورق که سیه گشت مدعا اینجاست

۵۷ د: هر شاخ گلی ۵۸ ج: ابوالحسن قزوینی - ه: ابوالحسن تربتی،

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدتها گذرانید۔ خان قدردان در احوال پرداز یش سعی موفوره
بجا آورده بانواع مراحم والطاف پیش می آمدند۔ تذکرهٔ اشعار شعرائی کامل که حاوی ربط آشنائی
داشتند مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم که دران
زمان کوس سخنوری مینواختند انتخاب هرکدام بخط او نویسانیده برپشت هرورق صورت آن معنی سنج نیز
ثبت کرده بود یک ورق که بر و شبیه کلیم بوده فقیر دیده و صورتش را زیارت کرده ام۔ از وست ؎

به تیغ بی نیازی ناتوانی قطع هستی[51] کن — فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

وله
بهر کجا که رسم[52] وصف دستان گویم — برائی یار فروشی دکان نمی باید[53]

وله
از سبزه تیغ بر کمر گل بهار بست — گر توبه خضر وقت شود جان نمی برد

زهر مستیم کی کار با جام شراب افتد — مرا از گفتگوی باده سرخوش می توان کردن

عنایت[54] خان آشنا

خلف ظفر خان جوان دلچسپ بود دستی در انشا پردازی نیز داشت۔ احوال سی ساله پادشاهی
شاهجهان بادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح[55] تر نوشته۔ اما به اعتقاد فقیر از منطوقهٔ "خیر الکلام
ما قل و دل" این نیز بهره نداشت۔ از وست ؎

درد و درمان را دهد گر عرض عشق او بجا — زخم بر داریم و بگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند — کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

بنشین بگوشهٔ اگر آزردهٔ ز خلق — پای شکسته تو بجای نرفته است

در سبکساریست آسائش — سایه خوابیده قطع راه کند[56]

نقل[57]۔ گویند در امردی صاحب جمال بوده۔ در ایامی که خط سبزه پر یزاو حسنش را در شیشه کرده۔
درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد۔ چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون بر خت ریش آمد — شرم کن شرم که روز سیه ات پیش آمد

---

[51] ب: هستی [52] ب: روم [53] الف: شاید [54] د: عنایت خان احمد [55] الف: وانچ تر [56] الف: فقیر نیز ازین
قبیل بیتی دارد۔ سرخوش۔ بوصل دوست محالست گر رسیدن ما — نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما"
[57] در نسخهٔ "ب" این حکایت به آصف قمی منسوب است،

آصف قمی

دیوانی مختصر دارد - در زمان شاهجهان بادشاه بهندوستان آمد[1] هیچ جا رشدی نیافت - غیر ازین مطلع ندارد ؎

شعله ایم اما ز دود دل سیه پوشیم ما — چون چراغ لاله می سوزیم و خاموشیم ما

این بیت او هم خالی از مزه نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم — درمیان نور و ظلمت جوهر آئینه[2] ام

بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعهٔ مکارم اخلاق و گل سرسبد انفس و آفاق است - بیشتر عمر شریف او در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد و بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است - گاه گاه بحسب صفائی ذهن و جودت طبع بفکر شعر نیز می پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدهد - درین بیت ناصر علی تصرف بجا کرده که همه اعزه پسندیدند ؎

خیال بیکسی من[3] وفا بیادش داد — بجای شمع دل آورد و بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک ترددی داشت - مصرعه - بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت - گفته درست کرد - و در وقت رفتن بلاهور مطلع عارفانه بکیفیت تمام گفته بود - بیت

کشیده ام ز جنون ساغری که هوش نماند — دگر معامله با پیر می فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصهٔ ظهور جلوه داده ؎

سرخوش گداخت حیرت[4] حسن توام خروش نماند — چو برگ گل ز تبسم جز لب خموش نماند

من اشعاره ؎

خمار آلوده شوخی از چمن برچیده دامان شد — شکست رنگ گل مهتاب را چاک گریبان شد

تقاضای ستم گل میکند از انفعال او — نگاهی کز[5] حیا دزدید شوخی های مژگان شد

شب که بی روی تو گلشن غنچهٔ دل تنگ بود — شعلهٔ آواز بلبل آتشی در سنگ بود

برق جولانی که گرم صید ازین وادی گذشت — بر طپیدن های نبض جاده صحرا تنگ بود

---

۱ لا: هیچ جا رشدی نکرد ۲ این شعر از نسخهٔ ب و ج افتاده است ۳ ب: ما ۴ ج: حسرت ۵ ب: گر،

دل غمدیده را اسباب راحت[1] میشود کلفت — فتد از مرہم کافور گل در چشم داغ من
شکستم رنگ دل آئینه وار از بی نشان جستم — دریر روی خود وا کردم و محو تماشایم

ملا محمد سعید اشرف

از خوش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده - نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از روی قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاهداشته - معنی یاب خوش خیال است - اکثر تلاش بطرز ایهام میکند - عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی خان دیده ام که نشسته باهم حرف میزند و سخنهای همدیگر می شنود و می خواند و قلم برمیدارد و مثنوی و غزل و رباعی تازه[2] بروی کاغذ می نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو نبرده - مثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته - در وی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته - در ماتم سوداگر زاده که بدریا مرده گفته ؎

نبودی چون دران دریا میسّر — کف خاکی که افشانند بر سر
بیاری از سر مرد یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید و غیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته - درین مصرعهٔ میرزا صائب

ع علیمی بعیب خود نرسیدن نمی رسد

روبروی[3] ویش دخل بجا کرده گفت یک های دیگر میخواهد یعنی علیمی بعیب خود نرسیدن نمی رسد - میرزا صائب و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقّت این خطا واقف گشتند - من اشعاره ؎

از تغافلهای پی در پی نگر یارش کنم — پا زنم چندان به بخت خود که بیدارش کنم
خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را
چو آن آبی که شوید طفل در وی مشقی خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم
جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا
کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانهٔ زنجیر و ردام است صیاد مرا

---

[1] ب: الفت [2] ب و ج: تازه مضمون [3] در نسخهٔ "ب" این واقعه در ذکر میر معز موسوی خان مرقوم است - و در نسخهٔ "د" در ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است [4] این بیت از نسخهٔ "ج" افتاده است،

گرد خط آخر برای چهره ات اکسیر شد — این غبار از بهر جنت خاکِ دامنگیر شد
از پریشان حالی آخر کارِ من صورت گرفت — بسکه مو آمد بکلکم خامۀ تصویر شد
در نامۀ زمانه بجز حرف جنگ نیست — گویا که از سیاهی لشکر نوشته اند

محمد ابراهیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسوی خان شعر میگذرانید معنی تازه فکر میکرد در عین جوانی بقضائی ربانی ودیعت زندگانی سپرد - من اشعاره

سوی پستی است در هر پایه رفعت نهان راهی — بود این کوه را هر تخته سنگی بر سر چاهی
نسازد غم به بیتاب محبت شادمانی هم — گران باشد برین بیمار مردن زندگانی هم
حائل خورشید وحدت رنگ هستیهای ماست — چون زمین از پیش بردارند روز و شب یکیست

اگرچه این معنی از مولوی روم است که فرموده اند

چون زمین برخیزد از جو فلک — نی شب و نی سایه باشد نی دلک

امّا چون بیت خوب بسته بود فقیر نیز این معنی را شوختر ازین بسته درست کرده

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم — چون بساط خاک برچینند روز و شب یکیست

محمد صادق الفا

در فن موزخی که تعداد آن بالوف گشته وقوف تمام دارد و هوای خیالات بلند در سر بیتی که قریب الفهم بود ایراد یافت

ز بسکه حیرت دل شد نثار پردۀ چشم — نگه چو صورت دیباست تارِ پردۀ چشم
بعد فکر یازده سال از خط پشت لبش — حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

میر محمد احسن ایجاد

از نجبای سادات سامانه است - در خوشخیالی و نازک بندی یگانۀ زمانه صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره مند - غزلهای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود

---

۱ حیات ۲ ج: روز ۳ ذکر این شاعر در بعض نسخه ها مرقوم نیست ۴ ج و ۸ تاریخی ۵ ج: کشد ۶ ب: لیاز
۷ این بیت از اکثر نسخه ها افتاده است ۸ ج: اتحاد

می نگارد - (مرد[1]یست باخلاق حمیده متصف وظاهر و باطن آراسته - و صحبتهای بزرگان دریافته و همه جا مقبول بوده و این چند بیت آئینه دار افکار اوست) ؎

بسکه پر گردید گوشم از صدای عندلیب — بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب
گر سراغی گیری از عاشق فغان آئینه است — در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب
شب ناله دو زخ شرر گرم اثر شد — خاکستر دل بال و پر افشاند سحر شد
طومار هوا یکقلم از شعلهٔ آهم — چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد
جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل و قال — سبز شد هر جا سخن آئینه در زنگ بود
شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی — مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند
حال سنگینی هجران تو انشا کردم[2] — سطر در صفحه فرو رفت چو زنجیر در آب

ملا آ[3]علی تورانی

فقیر مشرب صاحب همین یکدو[4] بیت بود - ازوست ؎

هر که شد خاک نشین برگ و بری پیدا کرد — سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

از انجا که مقرر سخنوران خوشخیال است ؎

بیک بیت دعوی مسلم بود — اگر مصرعه اش مصرعهٔ هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت -

میرزا عبد الرسول استغنا

شعر[5] بطرز قدیم بسیار گفته یکدو بیت ازو بخاطر است ؎

بکین چون منی[6] آن دوستی دشمن چه می آید — غریبم - خاکسارم - عاجزم از من چه می آید
میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ — چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست[7]

---

[1] این عبارت فقط در یک نسخه است (نسخه ا) [2] ب: کردیم [3] ا: آملی تورانی - ۸: علی تورانی ایما [4] ج و ب: صاحب همین بیت بود و بس [5] نسخه ب: بخشی شکار شاهزاده محمد اکبر بود [6] ب: خون من بجای چون منی - نسخه (د) بجای هر دو بیت مذکوره بالا - فقط همین یک بیت دارد ؎ جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را — فلک دولت بهر کس میدهد منت بما دارد [7] در بعض نسخه ها مثل ب و ه و ج: بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاء الدین بهائی و باسط درج است - لاکن ذکر ایشان در نسخه (ا) مرقوم نیست - در نسخه (ه) بجائی باسط - باقر داماد نوشته است - ذکر هر دو سخنوران در نسخه (ب) این طور است - (بقیه حاشیه صفحه ۱۰۱ پر)

بینش کشمیری

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ؎

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست — آئینه چون شکسته شد آئینه خانه است

در راه وصال تو زبس چشم براهم — چون جاده بود خاک نشین مدّ نگاهم

باقر تبریزی [۵۱]

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده ام از وست ؎

بی تو شب ماه تیره روزان — چون چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا یکی در بند خود باشد کسی — خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

ابوالحسن بیگانه

بهند نیامده دیوانش پیش میر معز موسوی خان بنظر افتاده این چند بیت او از زبان میر معز شنیده ؎

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی — از سوختگان قصهٔ جانکاه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد بر آورد — ای سیل بسر منزل من راه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است — آگه نه از حال دلم آه چه پرسی

بر شیشهٔ دل خورد ز نیرنگ تو سنگی — هر پارهٔ این شیشه صدا کرد برنگی [۵۲]

رفیع خان باذل

برادر زادهٔ محمد طاهر وزیر خان عالمگیر شاهی صاحب طبع رسا است و جوان قابل. کتاب معارج النبوت [۵۳] در زمین شاهنامهٔ فردوسی بنظم در آورده در انجا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده

(بقیه حاشیه صفحه ۹)

شیخ بهاء الدین بهائی تخلّص

از فحول علماء مذهب امامیه است. تصانیف عالی دارد گاهی بفکر شعر نیز می پردازد این قطعه از وست ؎

عمر از روی تعصب معنی پرسید — پدر ز روی چه معنی نداشت رحمه الله — جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — با احمد عربی جمع خلق را از الله

مبشر از پی آن کو بشارت آرد زود — روا بود که ز دو منزل یکی کند در راه

باسط

از مستعدان زمانه است در ولایت ایران علم علم افراخته. جامع علوم عربیه بود بفکر شعر هم توجه داشت ؎

به بی ستون نظری کردم و یقین دیدم — که کار تیشهٔ فرهاد نیست کار دل است

۵۱ ج: باقر تبریزی ۵۲ این بیت از نسخهٔ د: افتاده است ۵۳ ج: معارج النبوة

قریب به چهل هزار بیت رسیده- من اشعاره ؎

عشق را با هر دلی نسبت بقدر جوهر است — قطره بر گل شبنم و در قعر دریا گوهر است

عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود — از برای آتش گل آب دامن می شود

بسکه شرح غم دل مضطرب احوال دهم — بکبوتر چو دهم نامه پر و بال دهم

هرگاه بر دو مستی چشم تو ز هوشم — لبریز شود چون خم می سینه ز جوشم

چه نشاط باده بخشد بمن خراب بی تو — به دل گرفته ماند قدح شراب بی تو

ملا جامی لاهوری نامدار خانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان ضخیم بود و قصاید و قطعه ها بسیار و دلچسپ رسا داشت- در تاریخ یابی کارهای دست بسته میکرد- چنانچه تاریخ تولد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدۃ الملک امیر الامرا اسد خان که الحال ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ خطاب دارد از وست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یار خان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافته- وقتیکه در خانه نامدار خان پسر اول باهم حمزه مرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانه کردند هر روز قطعه تاریخی گذرانیده داد تلاش داده- چند مصرعه در مادۂ تاریخ نگاشته می آید- از وست-

'نونهال نامدار جعفری آورد گل'

'زر کامل عیار جعفری زیب جهان آمد'

'آمد دُر نامدار و شهوار'

ب: او ج: میخانه نسخه ب اشعار ذیل هم دارد:-

تو چنان رمیدی از من که بخواب هم نیائی — بکدام امید واری بروم بخواب بی تو

دل نداشتیم دادیم- جان بود عرض کردیم — چیزی که یار خواهد صبر است ماند اریم

از فدای خویش خطی کاملی بر داشتم — کز میان جان و جانان حاصلی بر داشتم

صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم — منکه از ملک عدم با خود دلی بر داشتم

تخم اشکی ریختم چیدم گلی رسوای — دانۂ افشانده بودم حاصلی بر داشتم

ب: هم صحبتم بود ب: عمدۃ الملک ب: سپه سالار

"بگفت آن گوهر والا نجابت از دو سو دارد"

چنین تاریخ هرگز کس نگفته	کس از هند و عرب یکنغمه نشنفت
بمن گفتند تاریخی او اکنون	که سازد سال هند و باعرب جفت
دم صبحی بفکر این معما	بمژگان دیده راه فیض میرفت
که این یک چشمه طفل تو امان دار	ز بطن غیب در مهد دلم خفت
پی تاریخ هند و عرب دل	ز هجرت یکهزار و شصت و نه گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانید- ترشحی از سحاب کرمش ندیده- برعکس گفته تبقریبی گذرانید که مادهٔ تاریخ این است ع

"......[1]...."

قصهٔ حسن[2] و دل را نظم کرده و در وی داد سخن وری داده- که این دو بیت در تعریف ساقیان مجلس از ان مثنوی اوست

یکی را ساده رخ آئینه آسا	یکی را جوهر از آئینه پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان	یکی را بوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدار خان گفته حسن نامدار خانی نام نهاده و تاریخ تصنیف آن هم ازین نام برآورده- از مشفقان فقیر بود- وقتیکه برای خود سرخوش تخلص پیدا کرد- اول پیش او رفته ظاهر ساخت او بسیار خوش کرده فاتحه خیر خوانده مقرر ساخت- سجع خاتم او ع

"جامی از جام حمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر از همین سجع تاریخی بی کم و کاست برآورده

رفت جامی بیخود از عالم	در ریاض جنان مخلد[4] شد
هاتفم[5] گفت مصرعهٔ تاریخ	جامی از جام حمد بیخود شد

همین قسم فقیر تاریخ فوت[6] فضایل خان شیخ سلیمان از نام برآورده و بادای خوش در رباعی بسته

---

[1] مادهٔ تاریخ فحش بود لهذا حذف شد [2] ج: حسن ابدال را [3] ا و ۸: کرده [4] مجدد [5] ب و ۸: سجع او بعد فوت شد تاریخ [6] ب: تاریخ قضای شیخ سلیمان"

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا	وارست ز قید هستی بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات	پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده - پایه در مجلس نشستن نداشت. قطعه بدین مضمون در لحج گذرانیده که دو بیت[1] ازان قطعه است ؎

همین طاعت حق نماز است و دهی | گهی بنده ایستد گه از پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد۔

روزی[2] در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود - دیگچه پر از شراب در پهلو داشت - هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبل مست شعر خوانیها میکرد - چون یاران بنماز برخاستند رفت و با جماعت نماز بگذارد و گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است. گفت با با نماز بکیفیت[3] همین است - بعد ازان بمیرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعرهای این جوان شنیده اید. گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد ازان بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیدهٔ جویای ره کجاست ترا | وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب به تحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد - روزی نامدار خان با بانی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجه کمال بوده از حمام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند. چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است - ملا همچو حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند - از جمله اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت - رباعی

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت	عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی	گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنی و خر شیعه اگر مشهور است	در خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[4] تعصب از هیچ طرف	دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

[1] در نسخه (ا) همین یک بیت است که نوشته شد - در نسخه (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست -

بود طاعت فرض همچو نمازم | بفرماگهی بنده از جا نشیند

[2] ازین جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه ها افتاده است [3] (ا) بکیف [4] د: نکشد

بحر بی ساحل[۱] میرزا عبدالقادر بیدل

اُستاد فن است بسیار گو و خوب[۲] گو است امروز در دار الخلافه کوس رستمی مینوازد و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد و درین عهد شاعر غرا چون او نیست[۳] وجود شریف او غنیمت است[۴] بسیار خوش خلق و آرمیده - بیتی در تعریف کوه از وست ؎

مزن بر سنگ او زنهار دستی — که مینا در بغل خوابیده مستی

این چند شعر از زادهای طبع او است - از زبان میر محمد زمان شنیده ام ؎

بر روی ما چو صبح نه رنگی شکسته هست — گردی ز دامن طپش دل نشسته هست

ما لاف همت از مدد عجز میزنیم — پرواز ما چو رنگ بیال شکسته است

عرصهٔ آفاق جای جلوهٔ یک ناله نیست — نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند

بحفلی که دل آئینه رضا[۵] طلبی ست — نفس درازی اظهار پای بی ادبی ست

ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن — بی خبر مجنون ما محمل[۶] شد و لیلی نشد

شب که دل از یأس[۷] مطلب بادهٔ در جام کرد — یک جهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد

عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است — سایهٔ مژگان نواند صبح ما را شام کرد[۸]

حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من — گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

رُباعی

زاهد آنسوی فطرتت مردانند — در معبد شوق نیستی فردانند

یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر — تا سوختگان چه سبحه میگردانند

ح۱ ج: سرآمد سخنوران کامل ح۲ ب: خوش ح۳ ب: در فقر و توکل بادشاه وقت خود است - هفت هزاری امرای نامدار در خانداش می آیند و مثنویهای متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چار عنصر و طور معرفت وغیره دارد - در همه جا نکته سنجیها کرده - ح۴ ج: تصنیفات شریفش یازده (ا: پانزده) آثار در آمده - فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده با وجودیکه بتقطیع کلان پر قلم بود - هفت و نیم آثار بوزن در آمد - پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ح۵ ا: ضیا ح۶ ا: لیلی شد و محمل نشد ح۷ ا: یاس ح۸ ب: بچشم بسته خیال حضور حق بستن

اشارتیست که این جانگاه بینا نیست

رباعی — هر تیره درونی که حسد شامل اوست — بر تهمت پاکان نظر باطل اوست
روپلبر سقف خانه آویزو ببین — دودی که ز شمع سر کشد مائل اوست[51]

برین رباعی خود بسیار محظوظ اند۔

رباعی — هر چند طلب بصد فنونست اینجا — دریوزهٔ دیار جنونست اینجا
از هیئت چشم و مژه غافل نشوی — دستی دگر از کاسه برون است اینجا

ایضاً — آهنگ جلالی که بمش زیر شود — چو وانگری جمال تاثیر شود
آن بادهٔ شعله گون که دارد خورشید — در ساغر ماه چون رسد شیر شود[52]

فقیر سرخوش باشارهٔ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راه شوخیها پیش مصرع رسانیده مطلع ساخته اگرچه ایشان شنیده محظوظ نشاند از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را بایا شاید برو ند۔ اما یاران منصف پسندیدند۔ چنانچه ایشان فرموده اند ؎

بیدل — به فرصت نگهی آخر است تحصیلم — برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
سرخوش — ز بی ثباتی عشرت سرشته اند مرا — برات رنگم و برگل نوشته اند مرا

بیدل — عوارض[53] کثرت نهمت فرات احدت مارا — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
سرخوش — دوئی کی ذات احدت را بکثرت همنا گردد — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد

بیدل — شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش — صورت قاد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست
سرخوش — جلوه گاه نقش پیری تختهٔ مشق فناست[54] — صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست

---

۵۱ ب: زندگی را از قد خم عبرت آگاه میکنم — وقف رعنائی بسا عمالی داشتم ته میکنم
صورت پرستی از خلق برد امتیاز معنی — هر چند کعبه سنگ است تسکین برهمن کو
کم ظرفیم از همت خویش است دگرنه — دریاست می ریخته از جام جهانم
درزمین غزل حافظ شیراز که فرموده غزلی بتغیر قافیه کرده بود دران غزل بیتی بحسن ادا فرموده فقیر نیز بشوق آن مطلع گفته ؎
بیدل — درهای فردوس وا بود امروز — از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش — جام می عشق دادند ناگاه — از خویش رفتیم الله الله
۵۲ براهمت مرده ام امازیارت خانهٔ سنگم — تو می آئی بمن آسوده آتش در هزار من
۵۳ ہ: خواص ۵۴ د: مشک،

بیدل — گل جام خود عبث بشکستن نمی دہد — صافِ طرب بشیشۂ رنگِ پریدہ ہست

سرخوش — دستِ نشاط دامنِ از خود رمیدہ ہست — صافِ طرب بشیشۂ رنگِ پریدہ ہست

بیدل — بی تکلف مرگ ہم آسان نمی آید بکف — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

سرخوش — نیست از شمع اجل آسان نگاہ افروختن — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل بہ یازدہ بیت تمام کردہ بود۔ فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بستہ [1]۔

رباعی سرخوش — واعظ گفتا کہ نیست مقبول دعا — زان دست کہ آلود بجام صہبا

رندی گفتا کہ تا بود جام بدست — دیگر بدعا کسی چہ خواہد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماہر شنیدہ ام کہ زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت۔ کہ شب زمستان بود و یاران در صحرا فرود آمدہ بودند ناگاہ آتش سرد گشت۔ یکی از میان جمع برخاست کہ چوب پیدا سازد گذرش بجانب گورستان می افتد۔ تابوتی در آنجا می یابد بسر برداشتہ می آرد۔ یکی در راہ پرسید کہ از عزیزان کہ مردہ است میگوید آتش۔ بس این ہمہ را زلالی در دو بیت بستہ و ہمیشہ در میان سخنوران فخر میکرد کہ من چنین کارہای دست بستہ میکردہ ام [2] و آن این است ؎

شبی رندی در ایام زمستان — بسر تابوت می بردی شتابان

یکی پرسید از وکای یار دلکش — کہ مردہ از عزیزان گفت آتش

---

[1] ب: حکایت بیدل

نصیحت گری وعظ آمادہ داشت — نفس گرمی حرمت بادہ داشت

کہ بر الفتِ می بیفشاندہ دست — خمارِ می فضل نتوان شکست

بہ بزم طرب دست ساغر مکین — ندارد دعای اجابت قرین

نخستین کف از جام می سادہ کن — دگر خویش را رحمت آمادہ کن

بجوشید رندی کہ ای بیخبر — ز حرفی کہ گفتی نبردی اثر

بمستان ز تمہید انکار می — عیان گشت تعظیم اسرار می

کہ تا جام می بر کف ہمت است — دلش ہر چہ خواہش کند خجلت است

دو عالم بچنگ و دعا خواستن — بساطی است در کوری آراستن

در فقر زن خواہ شاہی طلب — زمینائی می آنچہ خواہی طلب

دمی کارزو شد ز می کامیاب — دعای دگر گو مشو کامیاب

ولی جای رحم است اگر آگہی ست — بدستی کہ از جام و مینا تہی ست

[2] ب: کسی ہست در عالم کہ چنین طبع آزمائی کند یاران موزون طبع ہمہ سر فرو انداختند،

فقیر تمام خلاصهٔ مطالب کتاب منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار رحمه در رباعی بسته و سوای آن چندان مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی ها بسته و در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است. دو رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق در اینجا می آرد.

رباعی
سی مرغ ز شوق بال و پر بکشودند   در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون[۵۱] آخر کار   دیدند که سیمرغ همه[۵۲] اینها[۵۳] بودند

"
دزدی شب تار کو بکو می گردید   از هیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید   چون روز نظر کرد متاع خود دید

دیک رباعی در منقبت گفته ام واین را باعث نجات خود میدانم. رباعی
در فضل و کمال مصطفی[۵۴] بی همتاست   اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عین[۵۵] ایشان نتایج شانند   هم چو دو الف که یازده[۵۶] زان پیداست

رباعی بیدل
آن چار خلیفهٔ رسول معبود   کز ابجد وضع شان عشر شد موجود
بی نقطهٔ شک بذات یکتا بینی   چون جمع کنند یازده[۵۷] خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو دیگر در منقبت چار یار باصفا فرستاد. رباعی
وهمی باشد بذات پاک احمد   تفریق دوازده امام امجد
کین جلوهٔ موجهائی دریای صمد   چون سیزده است آشکارا ز احد

رباعی
اصحاب کبار را کم از هم مشمار   یکتن یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوائی هر چار بود   دال است سر دل عیان و ز روی چار

---

۵۱ د: و در آخر کار ۵۲ د: آنها ۵۳ ب: رباعیات سرخوش

شاهی بی یاد مرگ هر شام و سحر   میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون موی سفید دید روزی در ریش   برداشت ز پیش چشم تابوت دگر

از شمع بسوخت بیگم عالیجاه   درخواست دعا بندهٔ از ملا شاه
گفتا چه گشاید از دعا غیر دهن   زین حال طبیب را بکن زود آگاه

تیری برسید بر تن مرغ هوا   گفتا که شدت بسوی من راهنما
گفتا ز تو چیزیست بمن پیوسته   جنسی است که آن سوی تو شد بال کشا

۵۴ ب: ذات احمد یکتاست ۵۵ عین انسان نتائج انسانند ۵۶ ا: سیزده ۵۷ از وی.

رباعی

از چار خلیفهٔ رسول مختار — قائم شده چار رکن دین ابرار
دانی که بود آخر احمد وال است — بر اثبات خلافت این هر چار

چندربهان برهمن[۵۰]

طبعی درست داشت شعر بطور قدما شسته و صاف میگفت و سلیقهٔ انشاپردازی نیز داشت در هندوان غنیمت بود[۵۱]. روزی در پیشگاه خلافت و جهانداری اورا حکم شعر خوانی شد این بیت تازه گفته بود برخواند

مرا دلیست بکفر آشنا که چندین بار — بکعبه بردم و بازش برهمن آوردم

شاهجهان برآشفت فرمود که این بدبخت کافر مرتد است بایدش[۵۲] کشت. افضل خان بعرض رسانید که این بیت سعدی مناسب حال اینست که فرموده

خر عیسی اگر بمکه رود — چون بیاید هنوز خر باشد

بادشاه تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت. این را از دیوان خاص بدر کردند. این بیت بنام او مشهور است اما بتحقیق پیوسته که از هندوی دیگر است

ببین کرامت بتخانهٔ مرا ای شیخ — که چون خراب شود خانهٔ خدا گردد

روزی مرزا محمد علی ماهر از وی پرسید که این شعر از شماست گفت شاید که گفته باشم بخاطر نیست،

---

۵۰ ب: رباعی فقیر سرخوش که معنی آن تعلق بحکایتی دارد تا از آن خبر نشود هیچ وجه دخل نباشد. رباعی اینست

زفتند عزیزان همه زین محفل غم — چون گل ندهم جام می از کف یکدم
خواهم که سبو سبو کشم بادهٔ ناب — زان پیش که در سبو آیم من هم

قصه چنین است. گویند که بدروازهٔ شهر بقالی دکان داشت. هر جنازه که ازان دروازه گذشتی او یک سنگریزه در سبوی انداخت تا بعد ماهی و یا سالی شمار کند و بداند که اینقدر مرده ازین شهر درین مدت برآمده. قضا را بعد از چندگاه او هم در گذشت. شخصی آنجا رسیده پرسید که بقالی اینجا برای شمار مرده سنگریزه در سبوی انداخت چه شد. عزیزی گفت او هم در سبو آمده. ودر باعی دیگر عجب حالی بسته ام و در توحید درست کرده ام. رباعی

باشی بسبر حساب گرای همدم — وحدت نخورد ز جوش کثرت برهم
در هندسه نه را چون مضاعف سازی — هر چند که بشمری نه آید بر قم

یعنی نه دو نه هژده میشود و هژده در هندسه نیز نه است. باین صورت که هشت و یک نه است. بهمین دستور هر قدر کسی که بشمارد دصورت میگیرد. و دیگر رباعیات نادر و غریب هر یک در محل خود قلمی خواهد شد ۵۱ ذکر این شاعر از نسخه ب افتاده است ۵۲ و: دیوانی ترتیب داده ۵۳ د: جواب بایدش گفت،

اینجا هم حریفی بکار برده. چون بیت برجسته از وی یاد نبود بهمین قدر ذکر او اکتفا نموده شد. اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید [۵۱]

بهونت رائی[۵۲] بیغم بیراگی

مردیست از علائق دنیوی برجسته و از قید مائی و توئی[۵۳] رسته طبعکی دارد پیش فقیر مشق سخن میکند و اصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ؎

در فضای عشق جانان بوالهوس را کار نیست
هر سری شائستهٔ سنگ و سزائی دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن
کار در بیکاری دل بود و دیگر کار نیست

همچو صبح از جیب دل خورشید می آید برون
وه چه جام است این که جمشید می آید برون

مرا ابرو کمانی میکشد و بر دلی ترسم
که این در پر کشید نها چو ناوک در م اندازد

مه از دست دامان یقین وصل ار میسّر نیست
که این دلاله هم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصهٔ از کتب هندی در زمین شاهنامه بنظم در آورده و مطالب تصوف را خوب توضیح نموده.

ملا علی رضا تجلی

در زمان سعادت عنوان شاهجهان از شیراز بهندوستان آمده شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات و مثنویها معنیهای تازه تلاش کرده و فکرهای بلند دارد و این اشعار از زادهای طبع اوست ؎

فغانم بیتو شبها دلخراشد[۵۴] مرغ و ماهی را
بچشم صبح چون داغیست کاندازد سیاهی را

هجر جانسوز چه یکروزه چه صدساله[۵۵] یکیست
نقطه و دائرهٔ شعلهٔ جواله یکیست

در قطره قطره خونم پیکان آبدار است
چون استخوان که پنهان در دانه انار است

بکوری بگذرد بی مهر رویش عید نوروزم
بود بی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

[۵۱] ک: فقیر بیتی در نعت و منقبت گفته و مشهور گشته ؎ محمد یکی با علی ولی است چو یک کس که نامش محمد علی است
میرزا بیدل گفت که این بیت بنام میر حشمتی شنیده ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست. شاید توارد شده باشد من خود بگفته شما دست ازین برداشتم. هر دو داخل ثواب شدیم. یک بیت برهمن اندک مزه داشت نگارش یافت ؎
چه اختلاط با ارباب عقل شیدا را
بطور خود بگذارید لحظهٔ ما را

[۵۲] نامش بهونت رائی فقط در نسخهٔ (ا) نوشته است. در دیگر نسخه ها محض بیغم بیراگی مرقوم است. اما ذکرش از نسخهٔ ب افتاده است

[۵۳] د: مائی و توئی [۵۴] د: می خراشد [۵۵] د: یکساله.

بسکه دارد عضو عضوم روی خواهش سوی دوست — پای خواب آلوده ام در خواب بیند کوی دوست

بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست

بسکه در مشت غبارم یاد رویش نقش بست — گرد تصویر او شد هر کجا گردم نشست

بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است — نور شمعم چون طلائی گشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند — غم او عاقبت در پرده رسوا میکند ما را

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک — برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مرا هم مشرب پیمانه دارد روز و شب دوران — بود گر سرنگون جامم همان لبریز خوناب است

محمد تقی[1]

از تازه گویانست اما بر حقیقت حالش کما هی اطلاعی نیست - یک بیت او از زبان میر معز یافته اینجا ایراد می یابد

مست نازی و سر خانه خرابی داری — از سر کوچهٔ ما میگذری خوش باشد

عبداللطیف خان تنها

دیوان صوبه پنجاب خواهرزاده میرزا جلال اسیر فکر شعر بلند و طبع انشا پردازی رسا داشت - این چند بیت از زادهای طبع اوست

یارم بکنج غمکده تنها نشاند و رفت — گفتم که من غبار تو دامن فشاند و رفت

بیداغ عشق خون رود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چون خاموش شد چراغ

بلند از جور چشم[2] او چو مژگان گشت فریادش — ز خاموشی چو حال سرمه را آهسته پرسیدم

خشکی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر — میشود از بارش دی جوش سرما بیشتر

بتی دارم که بر بالای همچو سرو گلفامش — قبا چسپان بود از بسکه شیرین نیست اندامش

بجز ساغر چو موج باده کی گردد زبان من — برنگ شیشه از می مغز دارد استخوان من[3]

---

[1] در نسخه ج :- تخلص این شاعر تائب نوشته است [2] ا: چرخ [3] این جا نسخه ب و ه: بیت ذیل نیز دارد -

جز بکشتن نشوند اهل جهان صاف بهم
صیقل آئینه گرد صف جنگست اینجا

میر تشبیهی[۱]

همین یک بیت رسمی از وی بگوش خورده[۲]

مست آنچنان خوش است که گوید برون ز حشر — من کیستم شما چه کسانید این چه جاست

دو[۳] بیت فقیر نیز باد اگفته

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر — چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو
کسی به حشر ز اندوه پاک برخیزد — که با پیاله چو نرگس ز خاک برخیزد

حافظ[۴] محمد جمال تلاش

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست پیش فقیر مشق سخن میکند از وست

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام — چون رگ یاقوت خوابیده است پای ریشه ام
خانه زاد این و فا را ناله می باشد مدام — شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را
بروز عید هر شاه و گدا گم میکند خود را — تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

میر مفاخر[۵] حسین ثاقب

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[۶]. در سرهند سکونت داشت و همانجا درگذشت از وست

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما — گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما
غبار پرده نه نشیند بسیما آفتابش را — که شوخیهای رنگ از رخ براند از و نقابش را
راهرو را رهنما افتادگیها می شود — هر کجا پای بلغزد جاده[۷] پیدا می شود
زبسکه طاعت آلوده با گناه کنم — بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم
قطع امید دهد قوت بازوی طلب — به پر ریخته پرواز توان کرد اینجا
ز دستگیری غربت بپاست جلوهٔ من — چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

۱ح ج: ملک تجار ۲ح ب: دیگر بر احوالش اطلاع نیافته ام ۳ح این ابیات سرخوش فقط در نسخهٔ ا: است ۴ح ه: حافظ محمد جلال تلاش ۵ح ج: میر محمد مفاخر جام - د: میر تفاخر حسین ثاقب ۶ح ب: فقیر را یکمرتبه باوی اتفاق افتاده - دیگر بر احوال او اطلاع ندارم که کجا رفته و چه شد ۷ح ه: راه -

روزگار عمر ہمت کرد در چشم سیاہ — پر غبار از دامن افشاندہ شد کاشانہ ام
اشک چشم سرمہ آلودم درین سرگشتگی — شام غربت میبرم با خویش ہر جا میروم
بذوق نالۂ امروز میتوان جان داد — کہ عندلیب سرودی بیاد مستان داد
میبرود از دست امشب بادۂ لعلی مرا — آنکہ در وجہ نشین خندۂ زیر لبست

جہانگیر بادشاہ

با وجود مستی و بی پروائی و شغل جہانبانی و فرمانروائی۔ گاہ گاہ بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الہام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد۔ طبع عالی دشوار پسند خوردہ گیر و دقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیدہ در مدح این بادشاہ عالیجاہ گفتہ آورد و شروع در خواندن کرد۔ ہمین کہ پیش مصرع مطلع برخواند ع

ای تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا

فرمود کہ از عروض و وزن و تقطیع شعر خبرداری۔ گفت ندارم۔ بزبان مبارک راند اگر عروضی میبودی گردنت میزدم۔ شاعر متحیر[۱] در ماند کہ آیا چہ خطا واقع شدہ۔ پیشتر[۲] خواند فرمود کہ این مصرع را وقتیکہ تقطیع کنند چنین بوزن در می آید۔

ای تاج دو مستفعلن۔ لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن۔ تا انتہا مستفعلن

بدیہی است۔ شاعر را باید کہ از ہمہ قبائح شعر با خبر باشد۔ خانخانان غزل ملا جامی را طرح کردہ بود کہ این مصرع از انست ع

بہر یک گل منت صد خاری باید کشید

بندگان حضرت عالی در باغی نشستہ بودند ہوائی ابر و وقت بادہ نوشی بود بدیہہ این مطلع فرمودند[۵]

جام می را بر رخ گلزار می باید کشید — ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از نزادہای طبع مبارک است۔

ای آنکہ غم زمانہ پاکت خوردہ — اندوہ دل وسوسہ ناکت خوردہ
مانندۂ قطرہ ہای باران بزمین — جا گرم نکردہ کہ خاکت خوردہ

---

[۱] این دو بیت در بعض نسخہ ہا نیست [۲] ب: در گرداب حیرت افتاد [۳] ب: اندوی لطائف پیشتر طلبیدہ فرمودند [۵] ب: جام مل

هر کس بضمیر خود صفا خواهد داد　　آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هر جا که شکستهٔ بود دستش گیر　　بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بدور[1] افق هویدا شد

مخدرهٔ معلی نورجهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند و رسا داشت - بدیهه مصرع آخرش رساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد الحق مصرع خوبی رساند - روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت بر خواند ؎

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر　　شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد - غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود - عیش و عشرت در عالم بدرجهٔ کمال بود هر کسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه افر کرده مرفه و آسوده حال بسر میبردند - روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده - درین اثنا یوز[2] خاصه آهوی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع

چیتهٔ بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوی را افگنده - ابوطالب کلیم حاضر بود - مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا از خون[3] او لاله

پنج هزار روپیه از بهلکه[4] خاص همانجا انعام شد - سبحان الله چه همت و چه بخششها حق تعالی ما را در زمانهٔ انداخته که هر چند زمین را با آسمان دوختم روی ولی یعنی توجهی هم از کسی ندیدم تا به صله چه رسد ؎

بران گروه بباید گریست کز پی ما　　حکایت کرم روزگار ما گویند

یکی از صاحب همتان زمان[5] ما همت خان بود - فقیر مدتی خدمت او کرده - ساقی نامه و تعریف خسخانه در مدح او گفت - در آن مثنویها داد معنی یابی داده تلاشها کرده - این دو بیت از خسخانه است ؎

۱ ه ا: براوج فلک ۲ ه ب: پلنگ ۳ ه زخون پرازلاله ۴ ه بهله - پوستی باشد که باندام پنجه موست دوزند و میرشکاران بر دست کشند و باز و شاهین و چرغ را بدست گیرند (هفت قلزم) ۵ ه ب: بخشی الممالک -

سرانگشتش بجود از یک اشارت | دہد سرمایهٔ دریا بغارت
به دُرکی همتش دستی رساند | که آبی بسته را ناپاک داند

یکروز مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانهٔ میرزا سرخوش دیده بیاید۔ رو بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برائی شما علیحده کرده ام چون محقّر ایست بخانهٔ شما می فرستم۔ دیگر روز تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانه بر نیامد که مبادا عطیهٔ ایشان بیارند و مرا در خانه نیابند۔ انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برو ند که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده سر مجلس برخواند۔ ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چند من غلّه[2] بتو میدہم۔ شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان برده خانه اش برد۔ ترک از خواب بیدماغ برخاسته بیرون آمد۔ شاعر گفت۔ بموجب فرمودهٔ شما) باربردار وغیره لوازم برائی بردن غلّه آورده ام امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابله بوده۔ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد۔ من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد۔ فقیر نیز بیک رباعی رسوائی عالمش ساخت۔

ای نیچه نوز دامن همت دور | بر دولت بی فیض دماغت مغرور
بی همتی و نام تو همت خانست | بر عکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبهٔ شاهجهان آباد بطالع ما از اسخیای روزگار بود۔ روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردّد برائی این آمد۔ قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم۔ مطالعه نموده نفس بر نیاورد گو یا جان بحق تسلیم کرد۔ فقیر تاریخی گفت ؎

خان عاقل خطاب جاهل دل | که چون او نیست غافل و نادان
بگذرانم قصیده در مدحش | بستد و خواند چند بیت ازان
نقش دیوار شد بفکر صله | ماند حیران چو صورت بیجان
شد یقینم که سر گشت و بمرد | ورنه میشد زبانش گرم بیان
سال تاریخ فوت او جستم | گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برائی اضافهٔ آن بی خیر و برکت نیز گفتم۔ قطعه تاریخ

۱۔ این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست ۲۔ ب: غلهٔ گندم بتو صله این میدہم۔

چون هزاری اضافه عاقل خان / یافت ناکرده کوشش مطلق

دل بصد حیف گفت تاریخش / آه آمد اضافهٔ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما خواجه بختاور خان بود - سرای نزدیک به دهلی[1] آباد کرده - بختاور نگر نام نهاده و جمیع شعرای پای تخت را تکلیف تاریخ آن نموده - تاریخ هیچکدام پسند نیفتاد - فقیر خاطر خواه تاریخی گفت - از پادشاه تا امرای عظام هر که شنید خوش کرد و همان تاریخ بر کتابه آن سرای کندیدند ؎

در همایون عهد عالمگیر شاه / زیب تاج و تخت و فخر دین داد

بهر تعمیر سرای دلکشا / خان بختاور کف همت کشاد

رونقش از گلشن[2] مسجد فزود / آبروی دیگر از تالاب داد

چون شد این معموره دلکش بنا / عقل بختاور نگر نامش نهاد

خواست طبع سرخوش از جام سخن / سال اتمامش ز فیض با مداد

شاد و خرم رو بآمد راهرو / گفت بختاور نگر آباد باد

روزی از راه خوش طبعی گفتم که آنچه برین سرای خرج شده ربع آنرا نخواهم آینه سزاوارم که بیابم - گفت البته مطلب از ساختن رباط و سرای نام است - که در عالم بماند - زر ما خرج کردیم و در نام شما نیز شریک پس نصف زر از شما باید گرفت[3] - روزی رباعی باین صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است - رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش / مدح تو همیشه دلپذیر سرخوش

دست از حالش مدار کز[4] بهر مدد است / بختاور خان و دستگیر سرخوش

روزیکه این رباعی گذرانیدم التفات ظاهری بسیار کرد -

ای باطن تو ز راز[5] شاهی آگاه / بختاوری از نام تو روشن چون ماه

تو پیرو شاه و شاه بود پیرو حق / شاه سایهٔ کردگار و تو سایهٔ شاه[6]

باوجود این همه بی فیضی ها فقیر بعد فوت او تاریخی هم گفت ؎

---

[1] ب: بدیهی [2] ب: از گلشن و مسجد [3] ب: سر فرو افگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب: چون [5] ب: به راه
[6] ب: فرمودند بیک واسطه ما را هم سایهٔ خدا گفته -

دریغ از جہان بخت ور خان گذشت | نماند آب در گلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش ز دل | بگفتا[1] کہ کو قدردان سخن

این قصہ بآن می ماند کہ شاعری در مدح دولتمندی قصیدہ گفتہ گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید بعد از چندین مثنوی بنام او گفتہ آورد ہیچ التفات نکرد باز قطعہ مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی او را نہ بخشید۔ باز آمدہ بر در خانہ اش نشست۔ آن دولتمند دوان ہمت دید۔ گفت عجب حریصی بودہ قصیدہ گفتی چیزی ندادم۔ مثنوی گفتی۔ محروم برگشتی۔ قطعہ آوردی ہیچ نبردی۔ حالا بچہ امید بر در خانہ من نشستہ۔ گفت نشستہ ام کہ بمیری و مرثیہ ات نیز بگویم۔

درین دار الخلافہ میر ابو علی امجد خان بخشی واقعہ نگار صوبہ۔ صاحب احسان و فیض رسان است۔ فقیر وقتیکہ بو علی بود قطعہ گذرانید۔ قطعہ

بو علی آن سید عالی نسب | با لعلی ہست ولی بن ولی
شیر بود بچہ شیر ثریان | بوی علی یا فتم از بو علی

مہربانی[2] زبانی بسیار فرمودہ۔ چون بخطاب پدر کہ امجد خانی سرفراز شد۔ روز محلہ[3] خود این رباعی برسم تہنیت و مبارکباد گذرانیدم۔ رباعی

زاندم کہ شدہ اختر دولت تابان | صبح اقبال و جاہ گشتہ خندان
چیزی کہ بجا شدہ ہمین شد بجہان | کامجد خان شد نتیجہ امجد خان

بمطالعہ در آوردہ خوش وقت شد۔ فقیر را نزدیک تر نشاند۔ از جملہ سہ و اسپ فقیر یکی را برطرف نمودند ہر چند الحاح کردم کہ دو سالہ طلب در سرکار است۔ عوض این اسپ میسر نخواہد شد کہ این محلہ[4] خود بحال باشد۔ اسپ دوم چاق و جوان است۔ ع

بدان را بہ نیکان ببخشد کریم

مفید نیفتاد۔ فقیر نیز یک رباعی ہجو در کار دولت ایشان گفت۔ رباعی

امجد خانی کہ نیستش بخشش یاد | از دولت او کس نرسیدہ بمراد
گویند بمارح مار زد می بخشد | این بی ہمت مرا جز آزار نداد

---

[1] بگو قدردان سخن [2] این عبارت فقط در نسخہ (ا) است [3] و [4] ہمچنین در ہمہ نسخہ ہا۔

یک امیر در عهد ما نواب بخشی الممالک روح اللہ خان مرحوم بود کہ ہجو کنندۂ خود را نہال کردہ۔ گویند عبداللہ بیگ نام منصبداری قطعہ در ہجوش از راہ واسوختگی نظر بر رتبہ و اعتبار سکندر خدمتگار انداختہ مشہور ساخت مصرع آخرش اینست[۱] ع

رفتہ رفتہ این قطعہ بہ نواب رسید مطالعہ نمودہ فرمود کہ او را حاضر سازند۔ چون بخدمت آمد آن قطعہ را بدستش داد و بگفت این شما فرمودہ اید۔ رنگش پرید عرض کرد کہ نواب سلامت این گُہ را من خوردہ ام۔ تبسم کرد و گفت پریشان حال ہم بسیار خواہی بود۔ گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانہ خراب را این کم طالعی و بی سعادتی رہبر گشتہ۔ فرمود کہ مراتب او بر نگارند ہمراہ بردہ بنظر انور گذرانیدہ اضافۂ دوچند و خدمت واقعہ نگاری جای برایش گرفتہ و بخانہ آمدہ یک اسپ و خلعت خاصہ و ہزار روپیہ از طرف خود انعام دادہ رخصتش فرمود۔ دران ایام کہ خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدۂ بزمین قصیدۂ شاہ طاہر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفہ چون سپاہ اُوزبک

در اہل سخن آن قصیدہ مشہور است۔ گفت۔ یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل ہمچو اطفال کشیدہ است فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور فکرت فرستاد۔ این ہر دو بزرگ باحسن وجوہ گذرانیدند و نقلی نیز در میان آوردند کہ چون ملا وحشی جواب این قصیدہ را گفت فرزندان و مریدان ملا شاہ بر آشفتند پیش یک صاحب سخن رفتہ شکوہ کردند کہ ببینید بی ادبی ملا وحشی را کہ قصیدۂ شاہ بابا را جواب گفتہ۔ آن عزیز گفت کہ بی ادبی دیگر آنکہ بہ از شاہ بابا گفتہ۔ نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی کہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسر خوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آن خدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ۔ خدایش غریق رحمت کناد۔

دیگر از زمرۂ امیران حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوہر آرائی بیگم۔ مرد جواد زمانہ ماست چون فیلی از حضور باو انعام شد فقیر این رباعی گذرانیدہ۔ رباعی

---

[۱] فحش است لہذا حذف شد۔

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور فیلی که از و چشم بد دوران دور
شد جلوه نما نور محمد بر وی چون نور تجلیِ خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت و برخاست فقیر سر فرد افگنده برخاستم۔ چنانچه کلانوتی بامید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت۔ کلاونت برگشت و گفت برابر شدیم حالا چه گویم وجه توقع ماند ؎

نی شمع بمحفلی و نی گل در چمنی بنگر بچه روزگار افگند مرا
در تیره خاک هند کریمی ندیده ایم از طوطیان کریم کریمی شنیده ایم

دیگر از آشنای رازهای قدیم فقیر شیخ سعدالله نومسلم که به پیش دستی دیوان خالصه شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمش که خواجه رام رائی مردمی تخلص همسایه بودند باهم دوستی داشتیم۔ چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان و آشنایان خود خدمتها فرستاده۔ فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمه بوی فرستادم۔ کتابت وانکرد۔ تا بجواب چه رسد۔ هر چند گذرانده ابرام نمود۔ گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعه و رباعی باین مضمون گفت۔ قطعه

نحسی که روی[۱] او نماید خدا بکس سعدالله است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا ناگه فتاد وحشیِ دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویش را[۲] این باده را ز سهو فگندم بجام او
دم بر نیایدش[۳] بجواب کتابتم گویا که سرمه ریخت سوادش بکام او

رباعی

ای سعدالله بانحوست منسوب حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
انشاءالله در همین نزدیکی بینم چون چتر بهوج ترا هم مغضوب

اگرچه هجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میداند۔ و مقرر شعر است که قابل مدح را قابل هجو نیز می دانند۔ و دولتمندان این زمانه نه قابل مدح اند و نه قابل هجو اما بهر حال هجو شان لازم است ؎

جز بهجا کلک سزاوار نیست مار که زهر نیش نهو مار نیست

۱د: صورتش ۲د: خویشتن ۳د: دنیا مدش۔

گاویست زمین گرفته بر شاخ	بر پوزش[1] عقربی نمایان
پیچد بسرش چو باد نخوت	نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش	صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت و جاه	بر تابد چونکه سر ز فرمان
بر پوزش نیز هست لازم	نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام - باز بر سر مدعا -

آصف خان جیو[2]

از امرای[3] جهانگیر شاهی بود سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت - از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است - دو سه بیت از و بسیار مشهور است ؎

زشوقش[4] آنچه آنجا دید فرهاد	مرا اینجا قلم از دست افتاد

در استدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت ؎

بتو دارم سپهرا حاجت نو	که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد	که جز من در غم او کس نمیرد

از دیوانش نیز شعری شنیده شد ؎

هر کس که شبی نشست با تو	بسیار بروز ما نشیند

مرزا عبد الرحیم جلیشی[5]

شاگرد ملا خیالی است - محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میگذرانیدند از وست ؎

کسی که دل توز گیرد کجا نگهدارد	من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

---

۱ پوز بمعنی بینی چهار پایان ۲ تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است - چنانچه در ج: جانی است و در ب و ه: جعفر است - اما جعفر صحیح است - رجوع شود به مجمع النفائس - خان آرزو ۳ ب: از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ودیعت حیات سپرد ۴ ج: زشوق آنچه آنجا دید فرهاد - همچنین در مجمع النفائس ۵ تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است - چنانچه ج: جنت - ا جشنی - ب: حبشی - اما جلیشی که از نسخه د: گرفته شد صحیح است - رجوع شد به مجمع النفائس - همچنین تخلص استادش در نسخه ب: حالی و در د: حیاتی در ج: جامی و در ه: جلالی است - فقط در نسخه ا خیالی است و این صحیح است مطابق مجمع النفائس -

آقا نجف قلی[1] جرأت

طبع رسا داشت از وست ع

انجم افروز شب از ناله جانکاه منست — آسمان[2] کاغذ آتش زدهٔ آه منست

میرزا محمد ایوب جودت

سرآمد صاحب کمالان و سرحلقهٔ سخنوران است۔ مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی۔ حافظه‌اش بمرتبه تمام و مدرکه‌اش بدرجه کمال۔ در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد من اشعاره ع

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش — برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش
نه تنها زلف او وا دارد گره در خاطر عاشق — که بر گردیده است از من چو مژگان هر سر مویش[3]
چه امکان وا رود از لعل تمنا گرد مطلب ها — شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب ها
چه غم از دست برد ناله دارد داغ هجرانم — چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم
راز خلق افشانه سازد هر که ترسد از خدا — بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمال را
ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران[4] را — ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید
کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود — ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود
هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد — که جوهر وار چون دندان ماهی استخوانم شد
مردان ازین بیابان رفتند لنگ لنگان — بنگر که پای چوبین منصور از دار است
بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان — بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد
علاج سوز پنهانم نه افلاطون نمی آید — که هضمم از طپیدن ماند چون یاقوت تب دارم
دلی بے کینه دارم که جز الفت نمی داند — بود یکسورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر بادشاهی بود و دیوانی فخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست است واین بیت او خالی از دردی نیست۔ و در سخنوران مشهور است ع

دلم بهیچ تسلی نمی شود حاذق — بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

[1] ب ج: نجف علی جرأت [2] ه: آسمان کاغذ آتش زده از آه منست [3] ج ب: که بر گردید از من همچو مژگان هر سر مویش [4] ج ب: خاکساری را،

درین دو بیت نیز تلاشی کرده مشهور است و از لطافت خالی نه ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا — بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا[1]

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

وله

نمود فاش بد انسان که گوشها نشنید — سکوت من[2] سخن نارسیده بر لب را

حسین مشهدی

خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده شد ؎

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند — این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند

از تو تا دوست یک نفس راه است — تو حجابی و بجز الله است

میر حشمتی[2]

در اکبر آباد یکشب با وی اتفاق صحبت افتاده بود - با شیدا صحبت داشته دیوانی فخیم بطرز قدیم دارد یک بیت او اندک مزه دارد ؎

موی سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد — دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت میر تو در شعر جای شکسته بند آورده - گفتم گردن شما بشکند شکسته بند بیارم[3] -

محمد بیگ حقیقی

در گجرات بسر میبرد - طبعی درست داشت از وست ؎

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه — لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

---

[1] ج وه: روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را برخواند ؎ بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا - بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا شیدا گفت صاحب این شعر را مردی گفته باشد حکیم برآشفت و او را در حوض غوطه ها داد - بیت دومش نیز خالی از ادائی نیست ؎

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

[2] ب: این ۳۵ ا: میر حشمت - ب وه: میر حشمی [4] در اوائل مشق بسن یازده سالگی مطلع گفته بودم ؎

بر چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند — مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

بالای چشم ابروی مشکین آن غزال — مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر برآوردند و فقیر از این بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته است ؎

اُستاقه بفرق شه کامیاب — چو مدِ الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند - محمد فاروق باری مطلع رسانید ؎

قطره بگریست که از بحر جدائیم همه　　بحر بر قطره بخندید که مائیم همه

گویند روزی مستی بخانه آمد که در آنجا گذر پریان بود، شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ[۱] در دست داشت نظر بر آن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز برآمد ع

بمینای زمرد گون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند -[۲]

شیخ محمود[۳] حیران

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود - راه اصلی خود هم گم کرده - حیران است ؎

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی　　نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[۴] که بزم بی رخ تو دل طپیده است　　نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

رهبر و بگوش نگه چون صدائی چاک　　چشم جهان زشوق تو[۴] جیب دریده است

بنیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش　　که فصد صد چمن طاوس نقش پا بدنبالش

بخلوتخانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را　　درین آئینه خود بنشست و بیرون ماند تمثالش

محمد ابراهیم خلیل

محمد ابراهیم[۵] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد خلیل تخلص میکرد و طبعی درست داشت و با فقیر یار بود ؎

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم　　تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق بیش از تیغ تیزی کرده است　　بی قیامت رستخیزی کرده است

۱؎ ب: ارغوانی ۲؎ ذکر این شاعر از نسخه ب: افتاده است - ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقی مرقوم است ۳؎ ۴؎: امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است ۴؎ ۴؎: که ۵؎ در نسخه ب: ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت والحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد است - خان مهربان قابل - دوست صاحب همت - عالی نسب و عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن - با فقیر مولف ملتی همسایه و هم صحبت بود - گاه گاه فکر شعر هم میکرد -

روزی نجابت خان برادر کلانش با ایشان این بیت در خط نوشت ؎

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست
شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم - دیدم که مست شراب است و بر روی سبزهٔ تر می غلطید - مرا دیده گفت که جواب این بیت زود
بایدگفت که به برادر عزیز نگارم - فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت ؎

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن
چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن

بغافلان طرب برق چشمکی زد و گفت
برون نرفته زخود[1] نا خوش است خندیدن

یک از فواید عزلت[2] خود این سر فرست است
که پا شکسته نیارد[3] پیاده گردیدن[4]

میرزا خلیل

جوان قابل و خوش خلق و منشی بطبیعت رسا بود - چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم
خلف[5] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت - زیب المنشات را که تالیف آن بیگم والا صفات است
ترتیب میاد[6] او - منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما
سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما

سامان نو بهار به این تازگی کجاست
رنگ شکسته ریخته وار خزان ما

برای خاطر مجنون بهشت زندان است
هوا یکیست اگر خانه گر بیابان است

غم وطن نبود در دل مسافر عشق
بچشم او چو سراسر مه صفاهان است

پیرانه سر مخور می گفتم دگر تو دانی
در ماهتاب منشین با خرقهٔ[7] کتانی

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر - من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است میگوید که حضرت مرتضیٰ علی ولی الله کرم الله وجهه - من دو دیده سر در قدم مبارکش میگذارم دست بر پشت من زده سر مرا برداشته فرمودند که سرخوش همچو تو شاعر در عهد تو کسی

۱ه د: برون بجسته زخود ۲ه ب: غفلت ۳ه ه: بباید ۴ه ب: بسیار محظوظ شد و هر سه بیت بمیرزا در جواب نوشت در صحبت او بسیار عیش ها کردم - خدا سلامت دارد ۵ه ب: جبه کلان ۶ه ب: بعد از آن منصب از بادشاهی شد و پیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقع نگاری جائی داشت - حالا ودیعت حیات سپرده - با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد ۷ه ب: در،

نخواهد بود[۱]۔

محمد حسین خالص

درعہد عالمگیر شاہ از ولایت بهند آمده بطرف دکن اکثر گذرانیده۔ قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد۔ اشعارش پخته است اما بطرز قدیم۔ این بیت را قوالان در ترانہا بسته اند و میخوانند۔ اما میدانستم که از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمده ؎

غبار راه گشتم سرمه گشتم توتیا گشتم — بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش — نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بهار از من — بهار از تو گل از تو هر دو عالم از تو یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد — چمن از تو گل از تو بلبل از تو لاله زار از من[۲]

نواب عبدالرحیم خانخانان

خلف بیرم خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبر شاهی و جهانگیر شاهی بوده در شجاعت و ملک گیری یگانه و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه۔ در فهم و فراست ضرب المثل و در دقیقه یابی و ادا فهمی بی بدل و در داد سخن داد ن ادا ها نموده که چشم کسی ندیده در جود و کرم کارها دست بسته کرده که گوش احدی نشنیده۔ چنانچه تفصیل مداحان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" که میر عبدالباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر پادشاه در مدحش چنین درفشانی کرده ؎

خانخانان عهار کانعامش — طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا — صله پیش از مدیح گفتن داد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفته۔

غیوری — خانخانان سر ملائک را تاج — آوازه اش از نسیم و گل گیر د باج

۱ب و ۵: و فقیر مدتی در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است حال آنکه همچو من در عصر من اکثر اعزه هستند میرزا محمد بیگ گکهر که از اهل الله بود۔ گفت که تو هم شاعری و هم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

قرنها باید که تا یک کودکی از راه عقل — عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازه یابیست همچو تو صاحب تلاش در عهد تو نیست۔

۲ج: — قطرهٔ ابر چو خالص بزمین آمد گفت — خاک بر فرق کسی کز وطن آید بر من

هر گه که بتخت معدلت بنشیند موسیٰ است بطور مصطفی در معراج

صاحب سخنانی که دران عصر بودند همه بمدح و ثنای آن سپه سالار بخت جوان رطب اللسان بودند ـ باد فروشان در اشعار بزبان هندی مبالغه‌ها از حد گذرانیده بصلات و انعامات لائقه مفتخر و مباهی گشته اند ـ خود نیز گاه گاه طبع آزمائی میکرد و برباعی و بیتی و دوهره زبان را گل افشان می‌نمود ـ معنی "کلام الملوک ملوک الکلام" از عبارت آتش واضح و لائح است ـ یک رباعی و یک بیت ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید ـ

رباعی
در قصهٔ عشق مرد ناگویا به اندیشهٔ عشق و خونِ دل یکجا به
تا قدرِ وصالِ دوست ظاهر گردد همچو شبِ قدر وصل ناپیدا به

وله
نیم فضول که جویم وصال همچو توئی بس است همچو منی را خیال همچو توئی

فقیر سرخوش در جواب این بیت گفته ؎

کجاست درکِ حقیقت مجال همچو توئی بود ز خویش گذشتن کمال همچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلهٔ شوق جود و عطا است ـ و باعث سرنگونی ممسکان حیله گر بی حیا نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید ـ

نقل ـ برهمنی بی برگ و نوا بدستیاری یکی از مقربان معروض داشت که من و تو هم‌ زلفیم از حال من اینقدر غافل چرائی ـ نواب سپه سالار شنیده او را طلبیده بر پهلوی خود نشانده و تفقد احوالش نمود وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید که از ورطهٔ افلاس بر آمد ـ مقربان التماس نمودند که این هندو چگونه نسبت هم زلفی بنواب دارد ـ فرمود که سمپدا[1] و بپتا هر دو خواهرانند ـ سمپدا که عبارت از تونگری باشد در عقد من است و بپتا که معنیش مفلسی باشد در حبالهٔ اوست ـ

نقل ـ گویند ملا نوعی که یکی از مداحان این خدیو کشورکشا بود ـ قصاید و ساقی نامه در مدح آن سپه سالار گفته ـ مکرر صلات و انعام لائقه یافته ـ یکدفعه بجائزهٔ ده هزار روپیه نقد و خلعت خاصه و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سر بلند گشته ـ چنانچه ملا رستمی گوید ؎

ز نعمت تو بنوعی رسید آن پایه که یافت مهر معزی ز دولت سنجر

---

[1] سمپدا و بپتا هر دو الفاظ زبان هندی است ـ

زگلبن املش صا چمن گل امید　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

عرفی و نظیری وغیرہما ہر کہ مدحت این ستودہ زمانہ گفتہ صلہ و جائزہ بکام آرزو یافتہ۔

نقل۔ گویند جہانگیر بادشاہ بادفروشی را بسبب تقصیری فرمود کہ زیر پائی فیل اندازند۔ باد فروش فریاد برآورد کہ بادشاہ سلامت من بادفروشم ضعیف و حقیر چہ لائق پائی فیلم مرا در پای بلبلی و کنجشکی و صعوۂ باید انداخت۔ زیر پائی فیل خانخانان را باید انداخت۔ بادشاہ تبسم نمودہ از سر قتلش درگذشت۔ نواب سپہ سالار شنیدہ چند ہزار روپیہ انعام بآن بادفروش فرستاد۔

نقل دیگر گویند بادفروشی شعری بزبان ہندی گفتہ آورد مضمونش آنکہ جفت سرخاب کہ روز واصل و شب از ہم جدا می باشند نر با مادہ میگوید کہ وقت آن رسید کہ شب کہ درمیان من و تو پردۂ مفارقت می اندازد از عالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید۔ مادہ گفت چگونہ گفت نواب خانخانان جواد دست بہ بخشش و بذل کشادہ خزائن تمام عالم را بخشیدہ دست بکوہ سمیر می اندازد و زرش را نیز بغارت میدہد۔ شب کہ آفتاب در پس آن پنہان میشود نمی تواند شد۔ در عالم ہمیشہ روز خواہد بود و ما باہم یکجا خواہیم بود۔ مقرر اہل ہند است کہ سمیر کوہی است از طلا و محیط است بکرۂ زمین و بحساب آنہا ہر روز آفتاب در پس آن غروب می شود و ہم از افق آن سر بر می زند۔ نواب گنج بخش فرمود کہ چند سالہ عرض کرد سی و پنج سالہ ام۔ فرمود عمر آدمی چند است گفت نہایت صد سال۔ فرمود کہ سی و پنج سال وضع کردہ شصت و پنجسالہ طلب این بحساب پنج روپیہ یومیہ شمار کردہ بدہند کہ تا باقی عمر محتاج کس نماند۔

نقل۔ گویند طعام می خورد و خدمتگاری کہ بر سرش ایستادہ مگس رانی می کرد بگریہ در آمد۔ پرسید چرا گریہ میکنی عرض کرد کہ از انقلاب زمانہ۔ فرمود کہ تو چہ کسی و پسر کیستی۔ گفت فلان بن فلان خان۔ نواب بر سبیل امتحان پرسید کہ اگر دولتمند زادہ بگو کہ در مرغ کدام چیز لذیذ تر است گفت پوست مرغ۔ نواب رحیم دل فرمود کہ دستہایش بشویند برابر خود بسفرہ نشانارہ و در صدد احوال پرداز یش شد۔ در اندک فرصت بپایۂ دولت رسانند۔ بعد از چندگاہ خدمتگاری دیگر از راہ تقلید بگریست۔ نواب قدردان استفسار احوالش نمودہ۔ ہمان طرز تقریر نمود۔ فرمود اگر صادقی بگو کہ در گاؤ کدام چیز لذیذ تر است مقلد احمق گفت پوست گاؤ نواب خندہ کرد۔ و او را نیز از

فضل و کرم محروم نگذاشت۔
نقل۔ روزی کہ بحکم جہانگیر شاہ مہابت خان بتقریبی نواب را در قید داشت۔ سر ہای
دو پسر رشید ایشانرا بریدہ در خوانی گذاشتہ و خوان پوش انداختہ پیش نواب فرستاد۔ نواب
بتلاوت قرآن مجید مشغول بود۔ خوان آوردہ پیش نظرش گذاشتند پرسید کہ چہ چیز است آرندہ
عرض کرد کہ نواب مہابت خان تربزہا برای شما فرستادہ چون سر خوانہا واکردند سرہای پسران خود را
دید۔ تبسم کرد و گفت مہابت خان برای ما تربزہای شہیدی فرستادہ۔
نقل۔ گویند روزی با راجہ مان سنگھ نرد بازی میکرد و باہم شرط بستند ہر کہ بازی بہبازد
یکبار آواز گربہ کند۔ قضارا نواب بازی باخت از جا برخاست و عوم رفتن محل کرد۔ راجہ دامن
گرفت کہ شرط ما بجا آرید۔ گفت می آیم۔ درین لفظ ادائی آواز گربہ کرد۔
نقل۔ گویند مصوری شبیہ زنی غسل کردہ نشستہ و کنیزی بر کف پائی او سنگ پا میزند کشیدہ
در سر سواری گذرانید۔ یکنظر دیدہ بر بالش پالکی گذاشتہ برای مجرای بادشاہ رفت۔ وقت برگشتن
مصور خود را نمودار ساخت۔ فرمود کہ پنجہزار روپیہ بدہند۔ صورت گر عرض کرد کہ تصویر من پنجروپیہ
زیادہ نمی ارزد۔ اما صنعتی کہ درین کردہ ام اگر نواب واقف شدہ داد من میدہند میگیرم۔ فرمود
صنعت کار تو ہمین است کہ در وقت سنگپا زدن خارشی در کف پا می شود اثر بشاشت ازان
در رنگ رخسار ہای این تصویر نمایان کردہ۔ مصور گرد پالکی آن دقیقہ یاب گردید۔
حکایت۔ درویشی ملکی صفات در پرگنہ از جاگیر نواب مدد معاش داشت۔ عامل آنجا سند
مجدد از و درخواست نمود۔ درویش بخدمت نواب آمدہ عرض حال کرد۔ بمنشی امر شد کہ پروانہ در
باب معافی محصول این درویش برنگارد۔ و مجلس سرود گرم بود۔ درویش را وجد و حال دست داد
برقص آمد و بفرحت تمام چرخہا میزد۔ ہر گاہ از پیش نواب میگذشت۔ در عین حال میگفت کہ
پروانہ نوشتند۔ نواب میفرمود می نگارند۔ باز چرخہا می زد و ہرگاہ پیش نواب گذشت در عین حال
میگفت پروانہ نگاشتند۔ مہر کردند۔ نواب بتاکید تمام نویسانندہ و مہر نمودہ بدستش داد۔ بر سر
گذاشتہ رقص ہا کرد۔ چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت۔ مصاحبان بخندہ در آمدند کہ
عجب صوفی طاماتی بود۔ صوفی در وقت حال باید کہ بی خبر و مدہوش بود۔ نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت در خاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که زود پروانه حاصل شود که وجد بفراغ دل بکنم۔

مرزا اخلفی[1]

خوش سخن بود همین بیت از و بدست افتاده

رسید بر سر بالین بوقت نزع یار | چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

قاسم خان خازن[2]

یک[3] بیت نیز از و بگوش خورده خالی از ادای نیست

نگاهم را بدام افتاد عکس شعله پردازی | خمش ای هم نفس یکدم که در صید پری زادم

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده۔ بسیار خوش اندیشه و صاحب تلاش و معنی یاب بوده۔ شاهزادهٔ[4] بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این بیتش را خوش کرده طرح نموده

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار | قطره[5] تا می تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود در جواب آن تلاش کرده۔ شاهزاده نیز بیتی رسانده

سلطنت سهل است خود را آشنائی فقر کن | قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت | روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد | خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشه و می ریخته است دلتنگم | ببال برگ خزان دیده می پرد رنگم

دران وادی که من میگردم آبادی نمی باشد | سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوئی

---

۱ ج: میرزا اعمی ۲ ج: قاسم خان دیوان ۳ نسخه ب: در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد:-
"یک دو مرتبه او را در خانه دیدم بسیار بر خود مغرور بود۔ ابتذال شعر هر کس بر می آرد۔ کمالش این بود که معنی نابسته نماند
فقیر چند شعر خود برخواند۔ گفتم ابتذال بر آر۔ در ماند تحسینها کرد۔ شاعر پخته بود"
۴ ج: داراشکوه ۵ د: قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود۔

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود | از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینیم مباد | باغبان تا درکشاید موسم گل بگذرد
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت | دولتِ تیزی که می گویند شمشیر نو بود
تو چون سیل از برِ مستان گذشتی | چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند
نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر | کجاست سرمهٔ از دیده ها نهان گشتن
فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم | میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد | خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید
چون سر زلفش بدستم افتد از خود می روم | همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا
روز وصل تو گم کنم خود را | نو بدولت رسیده را مانم[۱]

میرزا رفیع دستور

در اول عهد جهانگیری درگذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده - دو رباعی از و بخاطر است

ای درد تو ام قرین قرین را چه کنم | دین پردهٔ روی تست دین را چه کنم
ز اندیشه غیر تو تهی سازم دل | فکر تو حجاب تست این را چه کنم
از بهر شهود عکس آن بدر منیر | کز وی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آینه و انسان در وی | جامی است ز آئینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان منشیگری در سرکار امرای عظام بسر میبرد[۲] - صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت از زاده های طبع اوست

در عشق اهلیست تقلید گفتگو | این راه را چو سایه بپای کسان مپو
بربند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر | بفروش خویش را نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال | مصرعهٔ برجسته باید گو پس از ماهی رسد

۱ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتلِ مارا | کو آب که شیرینی جان زد دل مارا
۲ب: در سرکار امیر خاں منسلک بود -

محمد امین ذوقی[1]

صاحب مذاقِ چاشنیِ سخن بوده۔ یک بیت ازو بیاد داست ؎

گناهم را عذابی باید از دوزخ فزون ترسم
که سوزانندم بداغ هجر فردای قیامت هم

عاقل خان رازی[2]

در عنفوان[3] جوانی مشق شعر کرده کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفته بیشتر مطالبِ نسخهٔ امواج خوبی بنظم آورده۔ چند تصنیف بی مزه دیگر هم دارد این دو بیت از وست ؎

عشق که آسان نمود آه چه دشوار بود
هجر که دشوار بود یار چه آسان گرفت

تنها نشسته ایم و طلبگار چون خودیم
مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم

میرزا حسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقه داشت۔ چون بهند آمد بادشاه قدردان شاهجهان اورا بمنصب پانصدی سرفراز ساخت در عهد عالمگیر شاه بخدمت دیوان بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید آخر در دار الخلافه باجل طبعی درگذشت[4]۔ چون بادشاه اورا خدمت جائی میفرمود۔ بزودی تغیر نموده بحضور می طلبید این بیت گفته گذرانید ؎

یک زمان فاصلهٔ نیست سفرهائی مرا
رفتن و آمدن من به نفس می ماند

برین بیت خود اکثر فخر میکرد۔ شهرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است
ور بناخوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسویخان دخل کرد که بناخوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی۔ مرزا شنیده "بتلخی گذرد" درست کرده۔ اما شعر از مزه افتاد۔ دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد مثنوی در تعریف شاهجهان آباد گفته چنانچه در تعریف تخت مرصع کار گوید ؎

---

[1] ج: دریا [2] د: رادی ج: رجا [3] نسخهٔ ب: اینجا عبارت ذیل دارد :۔
"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبه دار الخلافه شاهجهان آباد۔ امیر با تدبیر۔ عادل۔ انصاف گستر۔ رعیت پرور نیک نیت حق شناس صوفی مشرب است۔ خلق خدا در سایه احسان و الطاف او آسوده و مرفه الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کرده۔ کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانه فرموده۔ گل و بلبل۔ شمع و پروانه۔ قصهٔ پدماوت و مدهمالت را بنظم آورده نام نهاده۔ در آنجا داد سخنوری داده خدایش دیرگاه داراد۔"

[4] ب: یکچند با فقیر هیچوکی بود شبها باهم صحبت میداشتیم۔ در چالاکی طبع فقیر حیران میشد مرد بی بدل بود خدایش بیامرزد۔

اگر پاسبانش شود مست خواب | برویش فشانند زیاقوت آب

درصفت عمارات عالی بنیاد بادشاهی خوب گفته

خدا[1] رفعتش را بجائی رساند | که آتش ز بهراهی سنگ ماند

درتعریف انار باغ حیات بخش گفته

انار دلکش آن تازه بستان | بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیه[2] العالیه بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند- این رباعی

درتنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است

گفتم[3] قاسمی پیش روم پس رفتم | در بخت نظیر پای معکوسم من

این چند شعر از زادهای طبع اوست

چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی | برآورم سر خود را همان به عریانی

چو غنچه سکه بود درمیان خرمن گل | نشسته ام بدل جمع در پریشانی

خوشم که غیر نه گنجد میانه من و تو | چو خاتم دو نگین هست خانهٔ من و تو

از وطن یاری نیامد بامن شیدا برون | آمدم مانند دست از آستین تنها برون

خویش را آشنای حرف مکن | نقطهٔ امتحان کاتب باش

ای جرس این همه فریاد ز دل تنگی چیست | شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد

چها کنم[4] دل او گر شود بفرمانم | جنون بسر زده را دسترس لبنگ مباد

بی لب لعل تو می خوردیم دل راز و شراب | محتسب بنشین که مارا باده خود[5] کرد احتساب

سید پاک گوهر میر محمد علی رائج

از سادات سیالکوت مردیست قلندر وضع - آزاد مشرب- مشق سخن راپخته کرده - صاحب فکر

ومعنی بلند است از وست

جز هوائی نبود این همه ما و من ما | خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

۱- د: فضا ۲- ل: علیة العالیه ۳- ب: خواهم ۴- د: چها کنم که دل او شود بفرمانم ۵- ب: باده خود گیرد حساب -

هر کرا[1] دنیا و دین هردو به مطلب باشد — در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد

ای حریفان را براهت رفته از سر هوش ها — زانتظارت دیدهٔ قربانیان آغوشها

ز چین ابروئی او جوهر شمشیر میریزد — ز نَد مژگان چو بر هم یک نیستان تیر میریزد

که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او — ز رنگ خود مصوّر رنگ این تصویر میریزد

همت ز سعی وصل یا سور نه مطلب آسان بود — نمی شد گر برون از آستین دستِ تو دامان بود

بجنگ ما و من روزیکه از وحدت کمر بستم — رخود بیرون شد نهاد در کفم شمشیر عریان بود

سیّد والا نسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد - و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد - صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبه کمال است - فقیر سرخوش مطلعی گفته بود - میر معز و غیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند - هیچکس جای انگشت نداشت ؎

سرخوش

باندک تلخی اندوه عشر تهانمی ارزد — به تشویش خلال این نعمتِ دنیا نمی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست - همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانیده[2] فقیر باین قدر اصلاح او را استاد خود میداند[3] - و در شهر سرهند ودیعت حیات سپرد تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال — دریغا بجان آفرین جان سپرد

چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست — خرد گفت با دل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرعه است ع

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست - ادائی دارد ؎

یادی از شام غم ناله خموشان کردیم — مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم

جامه محسیر به بالائی جنون تنگ آمد — هرچه از دست بر آمد بگریبان کردیم

۱؎ این بیت در بعضی نسخه ها نیست ۔ ۲؎ الحق جانی ازین لفظ در قالب شعر دمید ۔ ۳؎ در اکبرآباد مدتی باهم صحبت داشته ایم ۔ مشق ها کرده ایم ۔

زگلگشتِ چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد ‌ ‌ ‌ گشاد بالِ قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروز و رنگ[۱] خسارش ‌ ‌ ‌ پر پرید نهای زنگم آتشش را باد دامان شد

از ظهور عشق عالم یک تجلّی بیش نیست ‌ ‌ ‌ ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه بست

بود از درد وحشت تشنهٔ در خون طپیدنها ‌ ‌ ‌ شود دامن تهِ پا صید را گردِ رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم ‌ ‌ ‌ چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها

اثر بنالهٔ عاشق ز اضطراب خود است ‌ ‌ ‌ چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی ‌ ‌ ‌ جبین بادیه را صندل از سراب خود است

یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برو ‌ ‌ ‌ میکند گردِ رم آهو ز خود پنهان مرا

جلوه گاه آه گرمم گر شود میخانها ‌ ‌ ‌ خشک گردد می چو خونِ نافه در پیمانها
خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست ‌ ‌ ‌ میپرد همچون شرر از شوق چشم دانها

گشت خون از درد عشق آخر دل غم پیشه ام ‌ ‌ ‌ از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر قدم در بی ستون خون دل گم کرده ام[۲] ‌ ‌ ‌ با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

بر حقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده خوش آمده ؎

بکیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است ‌ ‌ ‌ گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی[۳]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

بر ندارد عشق هرگز دست از دامان حسن ‌ ‌ ‌ گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد رضی[۴] کشمیری

یک بیت او نیز خوش گاه اهل سخن گشته - خوش اندیشه بوده است ؎

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد ‌ ‌ ‌ که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد

---

۱ ب: حسن رخسارش ۲ ج: هر قدم در بی ستون غمِ دل گم کرده ام ۳ ب: رضی ۴ ب: محمد حسین ضیا کشمیری - ج: محمد رضا کشمیری -

ملا رضوان

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[۱] - صاحب دو بیت بیش نبود - دران دو بیت نیز ابتذال برآورده بیچاره را پیمانه ساختند ؎

مگر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد
که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[۲]

معنی این رباعی را تازه یافته بود و یاران پسند نمودند مطلع بخاطر نیست ؎

چون پیر شدی مشو ز مردن غافل
صبح شب مهتاب نهان می باشد[۳]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ؎

یکجام خمارم نبرد کاش چو نرگس
بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

زکی همدانی

از احوال او کماهی اطلاع نه - این سه بیت از وست ؎

نه نکهتی ز گلی فی پیامی از خاری
درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست
میان چاک دلی و شگاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش مخواه
چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی ست

زمانا[۴]

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود - این چند بیت اوست ؎

درد سر کیفیت پیمانهٔ فرزانگی ست
نشهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

نی تغافل از تو می بینم نه روی دل ز جور
گر چنین ست آشنائی صرفه در بیگانگی ست

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن
از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه بی روی تو منظور نظر داشته ایم[۵]
آستین ست که بر دیده تر داشته ایم

اشک در راه طلب تخت روان ست مرا
زحمت کام ازین بادیه برداشته ایم

---

[۱] ب : هرگاه به شاهجهان آباد می آمد با ما گرم جوشیها میکرد [۲] ب : این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی ابتذال آن دیده شد [۳] ب : فقیر این معنی را چنین درست کرد - سرخوش ؎

فند یاقوت ز آب رنگ پیش لعل می نوشش
بود صبح شب مهتاب گوهر در بنا گوشش

[۴] ذکر این شاعر در نسخه ب نیست - [۵] : زمان [۵] ج : داشته ام -

محمد قلی سلیم

درزمان شاهجهان بادشاه از ولایت بهند آمده داد خوش خیالی و معنی یابی داده - در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[۱] - و شعرهای برجسته دارد - از وست ؎

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است | مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خرابا تم و غمم این است | که باده آتش سوزان و کاسه چوبین است

دل چو شد گرم ز می جلوه معشوق کند | ماهی موم بآتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده | داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از دانهای سبحه دانست | که دلها را بدلها هست راهی

نوبهار است و چمن در پی سامان گل است | ابر بر روی هوا دود چراغان گل است

بسته کمر کنیم از قبضه کمان او | در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند | از پرده چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد | که مو نتواند از شرم کمر ها شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم | در هند سیه بختی خود شاه سلیمم

سالک یزدی[۱] و سالک قزوینی

هر دو هم عصر بودند - در عهد شاهجهان بادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند[۲] - در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و استاد فن - اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند - این چند بیت از سالک یزدی[۳] است ؎

شکست شیشه خاطر ز ساغرم پیداست | چو لاله داغ دل از کاسه سرم پیداست

جواب نامه من غیر نا امیدی نیست | ز دست سودن بال کبوترم پیداست

از بس بدشت کرده ام آشفته نالها | چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

۱؎ نواب هرگاه ذوق شعر خوانی پیدا می کرد میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دست ببارید - یعنی بحر مواج بود - معنی از هر که می یافت می بست - سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد ۲؎ ب: حریفان ۳؎ ب: هردی ۴؎ ب: دادا و اخر عهد شاهجهان ودیعت حیات سپردند ۵؎ ب: هردی -

دردور رُخت[۱] زلف بصد قیمت جانست — دیوانه زبس پر شده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما — خشک زدرد تو در شیر استخوان دارم

زدست یکسر ناخن مدد نمیخواهم — برنگ غنچه بدل شوق جامه دردارم

از ما به اسیران قفس باد بشارت — کز بیضه بیک[۲] منزلِ دام رسیدیم

صحبت ما عاقبت باد وست درخواهد گرفت — ماسراپا خار خشکیم او سراپا آتش است

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

کبک از حیرت رفتار قیامت زایش — بسکه ایستاده[۳] بره ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد زقید هنر خویش — طاوس اسیر است به گلدام پر خویش

چین بر جبین زجنبش هر خس نمی زنند — دریا دلان چو آب گهر آرمیده اند

سائر[۴] مشهدی

شاعر خوش خیال بوده در هند نیامده. این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی بر داشته شد[۵]

پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود — به نسیم مژه برهم زدنی خاموش است

میخانها زگردش چشمی[۶] خراب شد — خم گرد باد بادیهٔ اضطراب شد

چون گرفتاری من دید محبت فرمود — که دگر دام نسازند قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند با یران رفته با صائب و غیره شعرای آنجا صحبت داشته یک بیت صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ابشان پیش فقیر.

صائب — مجنون بر یک بادیه غمهای دل شمرد — یا دِ زمانه که غم دل حساب داشت

---

۱ ب: خطت ۲ ب: به یک منزل در دام رسیدم ۳ ب: افتاده ۴ ب: "سایر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز معصران یکدگر بودند. فقیر بر حقیقت ایشان نیز مطلع نیست. اما اینقدر پیداست که هر دو خوش فکر و تازه خیال اند. سایر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان با یران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد مشار الیه پیش فقیر نقل کرد. آن بیت اینست ــ مجنون بر یک بادیه غمهای دل نشمرد — نادر زمانه که غم دل حساب داشت — صائب بازین هم ارد اما او را همین خوش آمد ۵ د: چشمت ۶ ب: چشمت.

اشعار میرزا صائب ازین هم بلندتر است مگر آن عزیز را همین خوش آمده - منه

رسید یار من ازگرد راه میخواهم ــــ کمر کشاید و خنجر بمن حواله کند

شد سفید از گریه چشم بسته شد راه نظر ــــ رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون

ازان میان که تو داری گذشتن آسان نیست ــــ ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ؎

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه وار ــــ چشم سفید گشت و تو در دیده بودهٔ

حاجی محمد اسلم سالم[2]

از نوکران عمدهٔ اعظم شاه عالیجاه است - بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آئینهٔ خیال بلند اوست ؎

نه بندد بر قفا[3] او بار دست جور ظالم را ــــ همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصد کرده - بلکه تیری بر تیرش زده ؎

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک ــــ وقت برگشتن بود پیکانش آخر سوی تو

محمد صالح ستار[4]

بطرف بنگاله بوده - بسیار خوش ادا است - از وست ؎

کجا بم میکند در می پرستی همت مینا ــــ که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می بندد

میرزا سنجر

در زمان شاهجهان سرامد سخنوران بود - این چند بیت از وست صاحب تلاش بود ؎

چشم بر راه میخواران که کی باران شود ــــ ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

از آب زر نجنجر شیرویه نقش بود ــــ کین را نسب به تیشهٔ فرهاد میرساند[5]

داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس ــــ آگه کن ازین تجربه مرهم طلبان را

۱؎ ج: حکیم سید - د: سعید - ب: سعیدا ۲؎ ج: حاجی محمد اسلم سلیم ۳؎ ب: در قفا ۴؎ ب: محمد ستار ۵؎ سالمی ۶؎ در نسخه ب همین یک بیت نوشته است - ج بگر هر سه شعر در ذکر ستار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده ٥

دلی با[1] عقده در جمعیت سامان نمی باشد صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سید[2] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نتوان گفت[3] این چند بیت از زاده های طبع اوست ٥

از باده بر فروخته حسن فرنگ را خطش بشیشه کرده پری زاد رنگ را

در بحر وجودش دو جهان نقش بر آبست با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد چندان که در و دیده کند کار خرابست

نموده می شفقی چهرهٔ فرنگ ترا بنازه[4] بالش گل تکیه داد رنگ ترا

فتد گر جانب بستان[5] گذر آن شوخ سرکش را کند گلگون پری پا نهائی رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشه هر کس عالمی دارد سپهری چون حباب می نباشد رند میکش را

خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جایش را چو گل وا کرده باشم غنچهٔ بند قبایش را

نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن جواب از دل طپیدن می دهم آواز پایش را

فرنگی زاده در اصفهان دل برده از دستم که هند از تیره بختی های من باشد خبایش را

چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد

زبس لبها روند از خود ز شوق گفتگوی او صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود سید کف دریا دلان هرگز حنای پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن باشد

بصحرای که ناز[6] از جلوه گرداند عنانش را جواهر سرمه سازند آهوان ریگ روانش را

مرا افگند وحشتهای عشق او بصحرای که از مژگان شیران[7] سبزه باشد آهوانش را

---

[1] ج: بی عقده [2] ب: خلف میر رضی بیوتات کشمیر برادر خورد میر احمد خان داماد شاهنواز خان سید تخلص میکرد. بهند نیامده [3] ب: خط هم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد. اشعار او را میر معز بهند آورده [4] ب: بتاز [5] ب: صحرا [6] د: یار [7] ج: شیرین -

چسان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را — که نتواند بخود همخوابه دید از ناز مخمل را

حسن را فتراک گیرائی بدست انداز اوست — شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست

هر کجا گرود شکار افگن قیامت میشود — شور محشر گوش بر آواز طبل باز[۱] اوست

این چه رنگست که از عکس گل رخسارت[۲] — جوهر آئینه ابر شفق آلود شود

سید[۳] علی خان

خوش نویس جواهر رقم خان خطاب داشت[۴] گاهی فکر سخن میکرد چون تخلص نداشت نامش را بجائی تخلص اعتبار نموده شد - از وست

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم — ناله مور گره سرمه فروشی دارم

بیا بلبل با هنگی که میدانی بجوش هوی — که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی

من آن مرغم که آهنگ نوی[۵] در هر قفس دارم — صفیری میکشم تا نعره داری از قفس دارم

میر جلال الدین سیادت[۶]

در لاهور توطن داشته صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[۷]

مجو رفعت اگر چون مور میخواهی سر خود را — مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را

تماشائی جهان اهل عدم را در نظر باشد — توان از خانه تاریک دیدن حال بیرون را

ما لذت حیات ز غفلت نیافتیم — چون نشئه شراب که در خواب بگذرد

نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد — که چون طاؤس از زینت گره بر بال من افتد

خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را — که دل بسان مگس در کتاب هی میرد

چو آفتاب لب بام آخر وصل است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما

مگر ستاره بخت شرار کاغذ بود — که تا نسوخت مرا از سرم نگرد گذر

---

[۱] ب: ناز [۲] ب: رخسارش [۳] ۱: سید عنایت خان [۴] ب: خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت [۵] ا: توی [۶] ه: جمال الدین سیادت - ب: سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده [۷] ب: وقتیکه برای مطالع شاهجهان آباد آمده بود - یک دو صحبت فقیر را باوی اتفاق ملاقات افتاده - مرد عزیزی بوده - قریب یکدو جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته - در معنی های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده -

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم / بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم[1]

ملا سیرابی[2]

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود. گویند روزی در مجلس نواب قلیچ خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا سیرابی ما هم فکر میکنیم شعرهائی ما را شنیده. عرض کرد نشنیده ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سر و پا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرابی چند جا دخل کرد و اظهار استادیِ خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید بعد از آن برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر درآمده. از وست

در چشم[3] ترم رنگ جهان برق و سراب است[4] / تا دیده بهم برزنم این خانه خراب است
مژگان من از گریهٔ بسیار فرو ریخت / آخر فتد آن نخل که نزدیک بآب است

حکیم سرمد

مجذوب وضع سر و پا برهنه بود. بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر[4] رباعی میکرد. دارا شکوه خلف[5] بادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت. پیش بادشاه تعریف او کرد[6]. خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برائی تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان معزالیه آمده او را دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او به این بیت نمود

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است / کشفی که ظاهر است[7] ازو کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان بقتل رسید. از سرمد است.

رباعی

سرمد چه طلسم را که در وا کردم / در شام دریچهٔ سحر وا کردم
هر چند که خواب را ز سر وا کردم / دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

۱ نسخهٔ ب این بیت نیز دارد. مست ساغر بکف انجمن تصویرم / کز خود بیشتر از باده کشیدن رفتم ۲ ب: سرابی ۳ ه: در چشم جهان رنگ جهان یعنی سراب است ۴ فکر شعر میکرد. رباعیات او مشهور است. بیشتر رباعی میگفت ۵ ب: پسر کلان شاهجهان ۶ ب: پیش بادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلی شد. حضرت خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش .... ۷ ب: در و ۸ ب: برو.

سرمد که ز جام عشق مستش کردند	بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خداپرستی و هشیاری	مستش کردند و بت پرستش کردند
هر کس که سرّ حقیقتش باور شد	او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملا گوید که بر فلک شد احمد	سرمد گوید که فلک با حمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه زادان شاه عالمگیر است یکچند در عالم جوانی در پی دولتِ دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید آخر[1] بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشهٔ عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست ؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا	دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل	کرد گر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الٰہی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفادها نمود اما اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد۔ مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته ام هر آئینه بی نصیب نخواهم بود۔ جمال همنشینان اثری کرده باشد۔ چنانچه مرزا صائب فرماید ؎

اگرچه نیک نیم خاکپای نیکانم	عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته اند که شناخت عارف و شاعر و خوانندهٔ اصول موسیقی با خبر و غیر هم بسیار دشوار است مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده۔ قیاس حال او ازان عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید ؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام	بنگر او را کوست سازیده[2] امام

چند شعر از زادهای طبع ناقص خود می نگارد که باری باین وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان در آید۔ این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است ؎

---

[1] ب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید بوسیله خدمتی بعلوفهٔ قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید۔ خدمت درویشانرا سرمایهٔ سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهرهٔ تمام حاصل کرد [2] ل: سازنده۔

سرخوش

هوشیاری را حجاب یار میدانیم ما　　بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما

تیز می سازد بقتل عاشقان شمشیر را　　این قدر هم رحم ازو بسیار میدانیم ما

چنین گر میگدازد ضعف جسم ناتوانم را　　حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

تبخاله نیست در شب هجران ز تب مرا　　کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد تونگر را　　زمین فرو نبرد همچو قطره گوهر را

پیموده ایم بسکه ره گلعذارها　　از فرق ما چو شانه گذشتست خارها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش　　بهر دو دست صدف سان مچیپ گوهر را

آئینه وار حسن بود ذره ذره ام　　گشتم سپند آتش خود چون شرارها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را　　توان بآب فرو برد تلخ دارو را

چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من　　ازو بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن برآ　　راهزن چون تیغ بردارد ز پیراهن برآ

نظری بر گل شبنم زده افتاد مرا　　آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را　　بخاک سرمه کشتی شعلهٔ آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را　　میکنم چون خامه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم　　چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیرها

عمر چون تصویر صرف رازپوشی شد مرا　　هر دو لب چسپیدهٔ مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشهانست کشتگان ترا　　جنازه تخت روان است کشتگان ترا

کوزهٔ دولاب شد هر دانه اش　　بسکه گردید سبحه بر تقوی ما

منعمانرا حرص زر باقیست تا روز حساب　　تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب

رشته داری از تعلق ساز نقص عزلت است　　نغمهٔ تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی کبی پرواه ازین وادی گذشت　　چشم آهو همچو ابر تیره از باران پر است

رام گشته وحشی مطلب بناکامی مرا　　بخت من چون چشم آهو در سیاهی خفتنست

نیست شاهی جدا ز فقر که طبل　　گویم ار پوست کنده کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت / پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

—

بیهوده دل زهد[1] کشان وسوسه ناک است / از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ / شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

—

شریک صاف دلان اند خامشان در رنج / شکست آینه زخمی بروی تمثال است

—

غنچهٔ ترسم براه نازنینم بشکند / برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

—

بود واعظ ز علم باطن اعمی / که چشمانش چو عینک در کتابست

—

ای حشو خاک من بیتاب چه شور است / برداشت همین لحظه مرا خواب چه شور است

—

از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست / در همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

—

از دامن وصال جدا نیست دست عشق / پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

—

شیرینی سخن برعایت مقام است / کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان به بند رخنه دیوار دشمنی / زخمی دهان پر گله را لقمه مرهم است

—

براوج جاه غرور دلی رسا گردد / به پشت بام دو بالا صدای پا گردد

—

کفر و دین متفق بوحدت اوست / سخن هر دو لب یکی باشد

—

ساز بزم عشرت ما پی رخت از کار ماند / نغمه از بس نارسائی چون گره در تار ماند

تا نظر بر حسن صیادم فتاد از زیر دام[2] / دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

—

ساز هم در جنگ بزدل ساز جنگی میشود / نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگهان گیر است کین دست از جان شسته / دل چو پر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

—

رونق بیداد او از اضطراب ما بود / جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است / عرصه کونین یک گام از شتاب ما بود

—

تنزل پیشه کی از تیره روزیها حزین باشد / که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

—

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد / سرت چو گرد و از مستی جهان گرد سرت گردد

—

محالست این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم / که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد

[1] ب: باده کشان [2] ب: بام-

تن[۱۵] مده اختلاط چسپان را — جامۂ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادۂ شیون بود گلشن — که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید

رزق را روزی رسان مقدار ہر پیمانہ داد — خوشہ را چندین شکم داد و بہر یک دانہ داد

از زر و مال جہان عریان تنان وارستہ اند — غنچہ سان اندر گرہ خود را چو گوہر بستہ اند

نالۂ ما صورتی بگرفت بلبل ساختند — لخت ہائی دل بیک جا جمع شد گل ساختند

خط او شاسبزی کز بخت ما برداشتند — دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچہ کم از طاقت ما شد بہ تمکینش فزود — صبر ما بردند در چشمش تغافل ساختند

مردم و از جستجوی او نیاسایم ہنوز — میدود چون ریشہ زیر خاک اعضایم ہنوز

بسکہ از نامحرمان پوشیدہ دارم راز خویش — ہمچو خط سر تا بپایم سرمۂ آواز خویش

نہ بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آب است در آئینہ تمثالش

چسان بر خواند آن مہ نامۂ مشتاق دیدارش — کہ خط را ہمچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

بر دہن دست گذار و ز ادب گل بچمن — کہ بگوش تو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق — در گرفت از شعلۂ شمع رخت دامان برق

سینہ سوزان محبت را بچشم کم مبین — ہر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت زدائی ہستی من شد ضیائی دل — گشتم نہان برنگ گہر در صفائی دل

بسکہ بگدازد ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند بر کفش چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و دُر است — بر لبت بس رنگ پان و گوشۂ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکہ می پوشد ز گرد سبزہ در گلزار چشم

دین و دنیا خورد در ہم تا کہ ما پیدا شدیم — از میان این دو کف ہمچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دہد از حال خستہ ام — بر تیر آہ نامۂ اعمال بستہ ام

عشوہ ہر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من — من ہم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم

---

۱۵ در بہار عجم این شعر چنین آمدہ است۔

تن مدہ اختلاط چسپان را — جامۂ تنگ زود پارہ شود

جنبش لب در حدیث عشق بی‌بی لطف بود ... از طپیدنهای دل با او حکایت داشتم
راحتی کز نشئهٔ سرخوش بعزلت یافتم ... داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم ... چون دو لب کونین را بر هم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم ... سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

زبس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم ... چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

زبس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من ... چو شمعم گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من ... سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من
چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران ... که باشد آستین چون غنچه دامن بر چراغ من
فزاید کاوش غم حسن شور انگیز سودا را ... که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار ز کس نه بیند آزار ... نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت ز پیغامی دلم را شاد کن ... ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست ... هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
هرزه نالیها بیست ای دل سخت دردسر فزود ... دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای مرا افگند حسن بی نشان او ... که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

گرانست از بزاکت نشئه می بر دماغ او ... ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او
مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد ... که بر هم می شود از قلقل مینا دماغ او
چه پرسی ظالم از حال بخون آغشته تیغت ... که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه ... ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه
لبریز ناله گشت زبس پای تا سرم ... چون نی بود بدیدهٔ زارم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد دگر روی ... چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر بنود رهای اهل دنیا را ... بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست دریائی

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی ... درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی
شراب از شرم لعلش بسکه هر دم رنگ گرداند ... ندانم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسی

ہمایی

خواہی کہ قدم براہ حق بگذاری | باید کہ بکف دامن پیری آری
بی آیینہ پنبہ در نگیرد ہرگز | یک عمر اگر در آفتابش داری

از بادہ مرا فزون شود عقل و شعور | ساغر خضر رہ نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سر خوش را | روغن ہمہ در چراغ گردد نور

در اہل جہان بود قناعت کمتر | مادر زاد است حرص و طمع بشر
بنگر کہ خورد طفل ز یک پستان شیر | در دست بگیرد سر پستان دگر

ہر کس کہ بود ز سیم و زر زیب و فرش | باشد پس مرگ ناگزیر از سقرش
بنگر کہ چو شود جامہ زرباف کہن | سوزند در آتش از پی سیم و زرش

شانی تکلو

صاحب سخن و اُستاد فن بود۔ شعرہای برجستہ دارد۔ مثنوی در مدح شاہ عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفتہ۔ شاہ بیت او پسندیدہ او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست | بطاق ابروی مستانۂ اوست

صد دور ہر ساعت در شہر تو می گردم | من گرد سر شہری از بہر تو میگردم

عشقم چنان گداخت کہ موران تربتم | عضوی نیافتند کہ ناخن فرو کنند
دیروز توبہ کردم و امشب بہ پای خم | آن طاقتم نماند کہ می در سبو کنند

ملا آشیدا

در اواخر عہد جہانگیری و اوائل جلوس شاہجہان بعرصۂ ہند آمدہ ہنگامۂ سخنوری را گرم داشتہ شاعر غرا پرگو قافیہ پیماست[۱]۔ در عہد خود یگانۂ زمانہ بود۔ روزی در مجلس سخنوران ذکر این

---

[۱] ی: باعتقاد خود معنی ہای تازہ می یافت اما یاران ابتذال از ہر یک شعر او برمی آوردند۔ چنانچہ شیخ فیروز سعد اللہ خانی رابادی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاد۔ ہر بیت کہ او میخواند ابتذال آن می خواند۔ عاجز شد و گفت آخر ہم من چیزی دارم۔ شیخ گفت ظاہر از شما باشد۔

شیدا | ای بروی تو کز و آیینہ را چشم نیاز | شانہ را دست دعا در شام زلف تو دراز

این بیت ہم عرف ز دنی بیش نیست۔ رسالہ درین مادہ ترتیب دادہ ہرچہ شیدا گفتہ اند مع ابتذالش در آنجا نوشتہ۔ میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد۔ فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیدہ۔ آخر بدیہہ فقیر آنجا بہمان معنی را مطلع دیگر ساخت و ہر دو مصرع خوب رساند۔

مطلع او در میان آماره - همه خوش کردند ؎

بسکه انباشته اشکم برخ کاهی از خون — مژه ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است - بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما — بسته از خون چو پر ماهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت و در میان آورد ؎

شیدا چیست وانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری — حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در ترانها بستند - چون بسمع مبارک[۱] بادشاه دین پناه رسید - بیدماغ شده زبان بتکفیر او کشود که تعریف این امّ الخبائث که حرمت آن به نصّ قرآن ثابت است چنین گفته - باید که از ملک ما بدر آید - چون حکم باخراج او صادر شد - بوسیلهٔ یکی از مقربان این قطعه گذرانید - بادشاه رحیم دل را بر حال خود مهربان ساخت ؎

شیدا جهان پناها شاها بقدر جاه و جلال — نیافرید خدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این دو مصرع خوش — که گشته ورد زبانِ همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است — بخاص و عام بود شهره همچو بدر منیر

چنین که میکش اسرار مولوی جامی — که هست گفته او دور از در تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می — به از چهار قُلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به زمنی — سخن چنین کند و هیچ نایش الضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت — بگاه راندن از کف کجا روم شمشیر

این بیت ملّا جامی برای استشهاد ملّا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می — نزد جامی به از چهار قُل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضاست — که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند -

---

[۱] جب: شاهجهان -

مشهور[۱] است که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجوگو حاضر جواب بوده هجو اُستاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ع

شب و روز مخدوم ما طالبا — پی جیفۀ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجای — که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب ممسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ع

بیت[۲]
....

هجو میرزا امر الله پسر خانخانان که او را مظهری میگفتند بسیار بلطافت گفته ع

بیت[۳]
....

ع[۴]

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد. در آنجا شالی کهنۀ چندساله ذخیره در سرکار جمع شده بود حکم[۵] شد که چهارم حصه بشاگرد پیشه تنخواه نمایند. برات شیدا نیز بند شد. پیش اسلامخان دیوان اعلی رفته اظهار ابرام نمود. یساولان بی حرمتش کرده از پیش نظر راندند. چنانچه دستارش از سر افتاد. بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. چون قدرے نزدیک بردند گفت. عزّتی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت. نواب متبسّم شده

---

۱ ب: چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها کرده ۲ فحش است لهذا حذف شد ۳ این هم فحش است ۴ ج: روزی در مجمع شعرا نشسته بود. اظهری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ع

خواه با اظهری و خواه بیگانه نشین — من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است ۵ ب: حکم شد که چهارم حصه طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده شالی ذخیره تنخواه نمایند. دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد. پیش نواب اسلام خان که وزیر اعظم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغه تصدّق فرق مبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد. نواب فرمود حکم عام است که بشاگرد پیشه چهارم حصه شالی تنخواه نمایند. برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد. اگر میخواهی بگیر و الّا فلا. شیدا اسماجت و ابرام زیاده از حد نمود. نواب فرمود که دور کنید بمجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد. گرفته بیرون کتهره افگندند شیدا بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. نواب فرمود که بیارید. نزدیک آمده گفت نواب سلامت عزّتی که من در دیوان شما یافته ام. شما هم در دیوان من خواهید یافت. نواب بخندید. برات او دستخط معافی کردند.

بر آتش در دست گرفته دستخط معافی نوشت. اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشنگاه میر معز قلمی گردد۔

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد — چنانکه زیر و بم ساز هر دو می زیبد

چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا — مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا

پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا — وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است

مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود — خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود

ساده کوحی که بیک غمزه دلم شیدا کرد — آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد

تو از تمکین من از حیرت نه ایمای نه تقریری — بدان ماند که هم بزم است تصویری به تصویری

اگر گیسو برافشانی هوا در مشک تر پیچی — دگر رخساره بنمای شب ما در سحر پیچی

فسونگر دانه آن خاکی که از وی بوی ما[1]ر آید — شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی

خورم ز دست غمت[2] خونِ ناب را تنها — چنانکه میکش مفلس شراب را تنها

گهی برو بیتو گه بسوی گل نگرم — کند مقابله کس چون کتاب را تنها

چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل — تبسّم تو بود انتخاب خندهٔ گل

جفا نگر که بدیوان عشق می طلبند — ز آبِ دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل

حریر شعله سما را در آب می بافند — کتان ما بشب ماهتاب می بافند

بعشق خواب طلب میکنی برو غافل — بکار خانهٔ مخمل که خواب می بافند۔

یک ابر بر نیامده با چشم تر که ما — یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما

گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو — بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما

عشق با حسن است هر جا جلوت که هست — حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو

شهید[3] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم — بجای موی سر در ماتمم بند قبا بگشا

شادمان

از سلاطین زادهای قوم گکهر است. ملک ایشان مابین پنجاب و حسن ابدال واقع است۔

[1] ب: یار [2] ب: غمش [3] ب: شهید حیرت عشق تو ای نازک بدن گشتم۔

منصب ترک نموده در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده. طبعی درست داشت. دیوانی بطرز قدما ترتیب داده. اما آنچه در صاحب سخنان ازوی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکسته گل ندهد لیک نرف یاب — هر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبدالعزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلص داشت پیش فقیر نقل کرد بادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد. بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیز هم برجسته و هم تلاشی است. از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار — سدی بروی بحر ز گوهر نبسته است

فقیر گفت بادشاه عالمگیر شعر فهم نیست. بطالع شما جهانگیر شاه نبود. الا امید بود که کار بکجا میکشید. در حضور بادشاه این چه طور شعر بود که خواندند. بیت فخریه اوست. از شعور شما بعید است. تامل کرد و گفت. فلانی راست میگوی خطای عظیم بود. حق تعالی بخیر عفو کرد.

شوقی

از وی این بیت شوق افزاست. غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر[1] عشق و گرفتار قید تقدیرم — چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم

میر[2] هادی شرر

درین عصر در ایران هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد. شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد نو گلی چو غنچه شب دل تنگ بنشستم — سحر چو جیب صبرم چاک شد خود را بهار دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب — دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف[3] الدین حسین

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست — شور جنون صدای شکست کلاه کیست

---

[1] در نسخهٔ ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است [2] ب: میر محمد هادی شرر تخلص در ولایت هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد [3] ج: محمد شرف الدین.

شریف ترشیزی

یک رباعی او از سفینهٔ محمد علی ماهر نوشته شد۔ رباعی

پوشیدن چشم من به هلن ماند ... برپای نشستنم به رفتن ماند

پابند بهیچ مانده ام بر سر راه ... چون حرف که بر زبان الکن ماند

شعیب

از[1] دو بیت بنظر در آمده۔ خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است[2]؎

لب تو زخنده نمک بر جراحت جان ریخت ... نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت

زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را ... ز شرم حسن تو برده بچاه کنعان ریخت

شوکت بخاری

بسیار[3] نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بوده است۔ گویند از خاک توران مثل او برنخاسته

اشعارش در ایران و سخنوران شهرت تمام دارد؎

همچو گندم به عدم[4] زاد سفر می بندم ... نان نه کرده خود را بکمر می بندم

از بهر قطع کردن نخل حیات تو ... چون ارّه دو سر نفس اندر کشاکش است

خطی که بیا قوت تو نظاره پسند است ... گردیست که از آمدن خنده بلند است

شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی خواهد ... بر و مکتوب ما را چون دم تیغ تو برگردد

خانهٔ ما کم از فنا کده نیست ... چشم عنقا چراغ خلوت ماست

دور از چشم تو نگشاید دل از بستان مرا ... می نماید تیر کش پر تیر نرگس دان مرا

---

[1] ب: نمیدانم که کجاست و کیست [2] ب: از تازه گویان می نماید [3] ب: صاحب تلاش بوده در درست

گفتن عاجز چنانکه ازین دو بیت معلوم خواهد شد؎

شوکت: خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است ... گردیست که از آمدن خنده بلند است

سرخوش: غبار خط که عیان از لب نگار شده ... که گرد آمدن خنده آشکار شده

شوکت: ده مهر فنا با خاک یکسان بود از پستی ... پی داخل شدن چون شمع در دیدم سر خود را

سرخوش: پست تر باشد در ملک فنا از خاک هم ... تا نذدی سر برنگ شمع آنجا راه نیست

[4] ا: ز عدم۔

از غبارم گرد باد سرمه خیز د بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا

عیار رنگ عاشق گردد از بخت سیاه کامل — طلائی زعفران را جبهٔ هندو محک باشد

در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع وزدیدم قد[۱] خود را

سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم — حنای پای سبزان را می ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

آمادهٔ فنا نکنند زندگی قبول — دست ر وهست رعشهٔ پیری حیات کا

فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفای این موی میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

قامت خم باشد انگشت اشارت سعی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند

می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور مار حلقه میگردد بروی آسیا

یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ

رشتهٔ نظارهٔ خودبین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن ز خود خود را مسلمان ساختن

زنهار از جادهٔ افتادگی بیرون مرو — کین رهِ خوابیده دارد سر بزانوی بهشت

نمک از خنده دارد پستهٔ لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش

دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را

مبادا دل ز بیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزبین باشد

چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند

بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش — خبر از گریه ام آن طفل بی پروا کجا دارد

نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی

در ملک اصفهان کوس رستمی می نواخت۔ در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

---

۱ ب : سرخود را۔

از زمانی که زبان سخن آشنا شده چنین معنی یاب خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده۔ در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود۔ خنکار روم وغیره بادشاهان در نامه‌های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند۔ شاه بر رسم تحفگی وهدایا میفرستاد۔ و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان بادشاه بهند آمده۔ چندی با ظفرخان در کابل بوده همراه او تا دکن سیر کرده باز باصفهان رفت۔ با نواب جعفرخان نیز دوستی داشت۔ از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دوردستانرا باحسان یاد کردن همت است　　　ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجهزار روپیه صله این بیت بوی فرستاد۔ و قدرت سخن آفرینی و جدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود۔ مصرعی مهمل طرز[۱] گفته آورد ع

از شیشهٔ بی می می بی شیشه طلب کن

صائب بدیهه پیش مصرع رساند ؎

حق را ز دل خالی ز اندیشه طلب کن

وقتی با یاران در راهی میگذشت سگی نشسته دید۔ حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و هنگام نشستن سربلند می باشد۔ مصرع بر زبان آورد ع

سگ نشسته ز ایستاده سرفراز تر است

بعد اندکی بی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشه نشینی فزون رعونت نفس

در پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی　　بهوی صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم　　نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

صائب　　بهوی صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم　　نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارستانها در سخن بسیار کرده استاد استادان است۔ منه

---

[۱] ب: بر سبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرعهٔ این رسیدن از جملهٔ محالات است۔ الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرع رساند و این را بیت معنی دار کند۔

نماند ناله دل درد پیشهٔ مارا — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ مارا

ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم — بچشم انتظار افتاد دوران پریدنها

بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر — از رود نیل کوچه بفرعون دادن است

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز — تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا

چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان — نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده‌ام

روی گردان نشود صاف دل از دشمن خویش — آخر آئینه به بالین نفس می آید؟

بحر رحمت را تصور کرده بودم بیکنار — از غبار خط بدور عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناه را — بارش سفید میکند ابر سیاه را

زینت خود ساخت دولت هرچه از درد فقر — مشعل شاه از کهن دلق گدایان روشن است

زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم — بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم

بآئین تمام از خم شراب صاف می آید — عجب خیل پریزادی ز کوه قاف می آید

نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او — هم مگر آئینه سازند از دل چو سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهی اندیشهٔ باطل — غبار خط مگر آرد بیادت خاکساران را

پشیمانی عفو ترا بر جبین نسازد جرم ما — آئینه کی بهم خورد از زشتی تماشاها

بچشم کم منگر جسم خاکساران را — که این غبار بدامان یار نزدیکست

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش — که شد گرد یتیمی سایه افگن از در گوشش

تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش — که بیرون آورند از خانهٔ آئینه بردوشش

ز شست صاف از دل بگذرد گرم آنچنان تیرش — که از بوی کباب افتد بفکر زخم نخچیرش

هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش — از برای تیر آه من کمانی بیشود

طلبگار خدا را منزل از راه دور تر باشد — بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد

بیک کرشمه که در کار آسمان کردی — هنوز می پرد از شوق چشم کوکبها

بر کف دست اگر موی برون می آید — میرسد دست بموی کمر یار مرا

پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن — هیچ حاجت نیست خاک کربلا را تر شدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم۔ حال معلوم شد که از دیگریست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز۔ الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هرچه را آزرد کرد فقر۔ الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید۔ روزی در مجلس میر معز موسویخان نشسته بودم۔ سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند۔ فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود۔ میر حساب کرده درست بر آمد فرمود که مگر پیشتر فکر کرده بودی۔ گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم در "یا" و "حا" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم۔ بهر دو تاریخ تحسینها کردند۔ گویند مرقدش در باغچهٔ پر از ریاحین بر کنارِ رود واقعه است۔ صاحب سخنی در آنجا رسیده۔ این بیت نوشت ؎

ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه[1] نه	پاسبانانند گلها صائب خوابیده است

میر صیدی[2]

نازک خیال و بلند فکر بوده۔ در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده غلغلهٔ این مطلع در مجمع سخنوران پای تخت انداخت[3] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش	تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد۔ استاد فن و کامل سخن بود۔ گویند روزی بر لب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد۔ این مطلع برجسته از طبع رسایش سر بر زد ؎

---

[1] ب: گل بنه [2] د: میر صلائی [3] ب: از هر طرف تحسینها شنیده بر سرِ دروازه جا گرفت۔ روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت۔ از بالای بام به بانگ بلند برخواند۔ مطلع

برقع برخ افگنده برد ناز به باغش	تا نکهت گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده خوش شد۔ پانصد روپیه صله عنایت فرمود۔

ازین خود کام یاران رنگ الفت می پرد مارا — که بهر صید ماهی خشک می خواهند دریا[1] را

قضارا ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد۔ آن را صله این شعر من جانب الله انگاشت۔ بشگون نیک برداشت و روز دیگر ضیافت این عطیهٔ عظمی ترتیب داد۔ فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده ؎

سرخوش — ازین بی رحم صیادان رهائی کی شود مارا — که آتش می زنند از بهر یک نخچیر صحرا را

بگلزاری که بهر ناز عرض لشکر حسنش — تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردید۔ خان والاشان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الهی را نیز سرفراز نمود حسن مطلعش را نیز جواب گفتم ؎

صیدی — براه انتظارش گر گدازد تن چه خواهد شد — ز اعضا چشمی و پای چو نرگس بس بود مارا

سرخوش — ز اسباب طرب چیزی دگر میکش نمی خواهد — همین دستی و جامی چو نرگس بس بود مارا

من اشعار میر صیدی ؎

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت — گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت

بی تو بلبل میکشد در ناله آهنگ مرا — بوی گل تعلیم تمکین میدهد رنگ مرا

در غبار دل هوسها را نهان کردیم پاک — در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک

سرگشتگی بطالع من باب کرده اند — یک می بساغر من و گرداب کرده اند

عجب دارم از طالع ساغر خود — که در ساختن نیز گردیده باشد

سوخت رشک شعلهٔ شمعم که در راه طلب — از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را

کم طالعی[2] نگر که من و یار چون دو چشم — همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم

کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند چیست — گر بخاکش کنی آسودگی از خاک رود

ز بسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت — توان شناختن از هم غبار سوختگان

در جهان بود ازین پیش نشاطی و کنون — ما مکافات کش عشرت آن یارانیم

ندیده ام جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را — همین در ریختن ها کرد پروازی پر و بالم

---

[1] ب: دیار [2] ب: بی طالعی -

در بزم او مجال نشستن نیافتیم — چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را

غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر یکجا — تصور جمع سازد صورت خالی میگردد

مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد — سخن گر رو برو گوید بمن پیغام میگردد

بعد مرگ افتان وخیزان در هوای کوی او — استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را[51] مسیح البیان میگرفت۔ صاحب تخلص داشت۔ اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده۔ بر پشت سرورق هر دیوان تصویر خود منقش کنانیده۔ صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها منتهی دارد و هر یکی را نام خوشی نهاده۔ یعنی آئینه خانه و پری خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمدی۔ و مجموع کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته۔ بر طبع و اُستادی خود مغرور بود۔ از غایت برخود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت۔ گویند روزی میر صیدی بدیدنش آمد او در خانه بکاری مشغول بود۔ میر ساعتی بنشست۔ دیوانش بر رحل مثل مصحف بتعظیم تمام نهاده بود نار۔ بکشود۔ نگاهی کرد و برخاست و رفت۔ حکیم چون برآمد و شنید که میر صیدی آمده بود بمیر سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعه دیوان محظوظ می شدے[2]۔ باین تقصیر چند گره بآن بیچاره زد۔ این ماجرا بمیر صیدی رسید۔ روزی در دربار باهم دوچار شدند۔ حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند۔ زود برخاستند۔ باری دیوان من آنجا بود بنظر گذشته باشد۔ حظ کرده باشید۔ میر گفت یکدو صفحه خواندم اما عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله میر سامان بیابد[3]۔ این چند بیت از وست[5]

قدح کج کرده اشکی زان بت پیمان شکن دارم — گل ابری بمژگان یادگاری زانجمن دارم

دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم — پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

---

[51] د: مسیح البیان خطاب داشت۔ و پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود صاحب تخلص میکرد [52] ج: باشند

[53] ب: بحضور بعض عزیزان گاهی فقیر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و از یاران تحسینها میخواهد۔ این را شنیده از فقیر آزرده شده گله ها میکرد۔

غافل آمد در برم آن شوخ بی پروا نشست — می طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند
در گلستان بارها بر چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشۀ دامان کیست
ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رباعی
بر لاله خط کشید کان سنبل موست — گل را بگلاب شست کین صفحه روست
عالم همه اوست لیک نتوان گفتن — شه را بسر انگشت نمودن نکوست

ما را بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست
چشمک زدن ستاره بی چیزی نیست — در پردۀ عنبرین شب ماهی هست

پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه ز نزدیک به بیند یا دور
شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانۀ تاریک چه بینا و چه کور

خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد ساقی نامه بحسن ادا گفته[1] - این بیت ازوست ؎

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی[2]

خوش فکر بوده یک بیت ازو بگوش خورده اینست ؎

غمم افزون شود چون دیگران گریند بر حالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد و این دو بیت ازوست ؎

شگفتن غنچۀ بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد
ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — بادام صفای گل بادام ندارد

---

[1] ب: مرزا محمد علی ماهر اشعار خود پیش او میگذراند - یک بیت او بخاطر است ؎ [2] ۵۲ ہ: صوفی -

میر ضیاء الدین دهلوی[1]

خوش[2] اندیشه بود یک دو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیده ایم - از وست ؎

نشسته در طلب دلربای خویشتنم — چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم

جاده همراهی من تا بلب دریا کرد — عاقبت همره کوته قدم تنها کرد

هر که با جانان نشد سرگرم بآرام نیست — خالی از آسیب نبود باده تا در جام نیست

گه دهان یار می بوسم ز مستی گاه چشم — پیش مستان هیچ فرق از پسته تا بادام نیست[3]

طالب آملی

صاحب[4] طبع و ذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بوده و اشعار عالمگیر دارد - مرزا صائب و غیره سخنوران او را باستادی قبول دارند - این مطلع او در خاص و عام تمام شهرت دارد[5] ؎

بتن بو یا کند گلهای تصویر نهالی را — بیا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماه فکر کرده پیش مصرع رسانده ؎

ز غارت چمنت بر بهار منتهاست — که گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

جسمم[6] از غم فربهم نزار است — یک برگ گلم دو جامه وار است منه

آبم بکن ای شرم به نزدیکی آن کو — شاید بغلط یار ز من دست بشوید

شد ز نظارگیان خانهٔ همسایه خراب — مومن با تو که فرمود که بر بام برآ

خانه تست دل و دیده ز باران سرشک — گر چکد آب درآن خانه درین خانه بیا

هر سنگ که بر سینه زدم نقش تو بگرفت — آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد

گرمی عجب ز خوی تو نبود که در جهان — هر آتشی که مرد بخوی تو جان سپرد

خواستم تا سینه بخراشم بناخن جسم زار — در میان پنجه ام مانند مو در شانه ماند

لب از گفتن چنان بستم که گوئی — دهان بر چهره زخمی بود به شد[7]

---

۱ ج: میر محمد ضیاء دهلوی ۲ ب: در مدرسه چوک لعل دروازه نشست گاه داشت - مرد غریب خوش فکر بوده ۳ نسخه ب: این شعر نیز دارد ؎

خالی ز رهبر است جهان ورنه چون عصا — یک گام هر که پیش نهد هادی من است

۴ ب: و امانه شیخ عالم از امرایان جهانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع ۵ ب: هیچکس جواب آن نتوانست گفت

۶ ب: چشم ۷ ب: تاریخ وفاتش "سرش بعلی ابن ابی طالب باد" یافته اند -

حاجی طیب[1]

صوفی مشرب بوده۔ بیشتر رباعی فکر کرده از وست ۔

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن — از بهر گریز رخنه در گردون کن

در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب — بنگر که چه وقت است سری بیرون کن

در خواب گهِ جهان من شیدا ای — چشمی بگشادم از سر بینائی

دیدم که درو نبود بیدار کسی — من نیز بخواب رفتم از تنهائی

میر محمد طاهر[2] حسینی

از مردم طالقان ۔ در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود ۔ پیشه تجارت داشت واز تاجران عمده و دولتمند بود و بحلیهٔ تقوی آراسته بود ۔ در زمان شاهجهان با ظفر خان اورا خلطه و محبت عظیم بود خان قدر دان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود ۔ بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سر بلند می سازیم ۔ خان معزالیه آمد و گفت اگر قبول این معنی نکنی از تو میرنجم ۔ میر این غزل در جواب انشاد کرد ۔ غزل

دیوانه ایم بر ما باشد لباس رندان — زنجیر گردن ماست زنجیرهٔ گریبان

بر ما مپیچ بسیار خواهیم بر جنون شد — یک نعره وار راه است از شهر تا بیابان

ز افتادگان نیاید استادگی بخدمت — چون نقش پا برونم بر دن ز راه نتوان

چون تار سبحه نتوان از هر دری درون شد — صد در نمیتوان گشت از بهر یک لب نان

طرز غزل سرای ختم است بر تو طاهر — معنی ز تست امروز چون همت از ظفر خان

نسخه دوران ز نفع انتخاب افتاده است — آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است

بهم این دستگیری منعمان از عین نادانی است — بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

ملا طغرا

شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود ۔ بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میبرد ۔ در تعریف کشمیر و راه آن رسالها نوشته ۔ در آنجا داد سخنوری داده ۔ اشعارش نیز خالی[3] از

---

[1] ب: طیبی ۔ ج: حاجی محمد طیب ۔ د: طیبتی [2] در نسخه ب این شاعر مذکور نیست [3] ج ب: خالی از چاشنی معانی نیست ۔

مضامین نیست ؎

خوش آنساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی ‌‌ خط پشت لبت چشم قدح را گرد ابروی

آبروی میرود از دست با مد شد غیر ‌‌ چون حباب از همه جانب آه کاشانه به بند

میر[۱] نظام الدین احمد طالع

از مستعدان زمانه است۔ و در جمیع علوم و فنون یگانه۔ از بس در تحقیق و تصوف دعوی همه دانی دارد و همتش تنها الفن شاعری سر فرو نمی آرد۔ از دیگر علوم تصوف و تحقیق نیز چاشنی دارد فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است۔ دو رباعی فقیر دو گواه این مدعا است۔

سرخوش ‌‌ تو صوفی صاف صاحب تمکینی ‌‌ تو هادی کامل و حق آیینی

من مخلص تو بجان و تو مشفق من ‌‌ من بنده چو خسرو و تو نظام الدینی

دل بهر کمالات پریشان چکنم ‌‌ کافیست مرا نشه عرفان چکنم

مرزای نظام دین محمد همه دان ‌‌ من سرخوش بیچاره یکی دان چکنم[۲] ؎

در موسم خربزه سرده های شیرین فرستاد این رباعی نوشتم۔

رباعی ‌‌ از خربزه های بخشش مرزایم ‌‌ چون جان شیرین شده است سر تا پایم

در شکرش خواستم زبان بکشایم ‌‌ چسپید ز شیرینی آن لب هایم

مرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت۔

رباعی ‌‌ ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت ‌‌ عبد اخلاص خالص است مرزایت

از بسکه بقلب خویشتن داری دوست ‌‌ چون اهل زمانه وا نشد لب هایت

۱؎ در نسخه (ب) این شاعر در باب نون مذکور است۔ و آنجا تخلصش مائل رقم نموده است۔ اما در نسخه (ج) نوشته است که مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود لہ۔ ۲؎ ج: میرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شبی از راه استهزا گفت۔ ایشان خود لیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند۔ پر ظاهر است شما درجه کمال خسرو دارید۔ گفتم وقتیکه ایشان نظام الدین اولیا خواهند بود۔ مرا خسرو شدن چه قدر بعید است۔ قصیده در نعت گفته بود چون باین بیت رسید ؎

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید

از جناب نامراگشته نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (ا: وامق) تخلص حاضر بود۔ گفت اول از جنابت بر آئید۔ بعد از آن فخر بر پاکان کنید۔

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخواندند خوش آمد باهم طرح کرده ایم۔ حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داسِ مه نو — یادم از کشته خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو — کانچه کشتیم ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش — هرکس انبار کند خرمنی از گندم و جو — من ناکاشته تخمی خجلم وقت درو

طالع — باشدت رنج دو روزی حاصل این گندم و جو — آنچه ناکاشته حیفِ تو هنگام درو

وله — جدا از هستی خود شو که همرنگ صفا گردی — اگر قالب تهی از خود کنی ماه سما گردی

قناعت عالمی دارد خدارا پا بدامن کش — ز طفلی رم نمودی پیر گشتی تا کجا گردی

بخیر اندیشی عالم بر آور نام چون طالع — دلی را گر بدست آری بجانت دلربا گردی

برسر شورش میا و خاطر پر شور را — نیست آسان دست کردن خانۂ زنبور را

وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن — کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را

از غلط اندازی دوران مشو ایمن که شخص — بیشمارد اختر تابان چراغ دور را

هیچ دل از تیغ او بی ریش نیست — آب در جریان بضبط خویش نیست

کثرت تکرار کلفت میدهد — عشرت دنیا ز گاهی بیش نیست

محمد طاهر

معلوم نیست که همان محمد طاهر است که بالا مذکور شد یا دیگر است ؎

لطف دشنام تو تسکین دل مدهوش هست — آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش هست

ملا ظهوری تبریزی[۵۲]

در بیجاپور دکن علم خوشخیالی افراخته۔ در نظم و نثر ید بیضا داشت۔ در نثر رسالہ نورس و خوانِ خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته[۵۳] و در ساقی نامه که بنام برهان الملک گفته داد سخنوری داده[۵۴]۔ گویند وقتیکه پیش نظام شاه در احمد نگر فرستاد نظام شاه باوجود ناآشنائی

---

۵۱ ب: رنگ ۵۲ ب: ترشیزی ۵۳ ب: گفته هر فقره او سجع و معنی تازه دارد گویا نظم رنگین است که او را نثر کرده میخوانند۔
۵۴ ب: بسیار مربوط و پخته و استادانه گفته و تلاشها کرده و در شعرا مقرر است که چنین ساقی نامه کسی نگفته و نتواند گفت۔

سخن چند[۱] زنجیر فیل پر از نقد و نفائس و جنس صلہ آن فرستاد ظہوری در قہوہ خانہ نشستہ بود تنباکو میکشید۔ فرستادہا قبض الوصول خواستند۔ قلم برداشت بر پارۂ کاغذی برنگاشتہ ع

کہ[۲] تسلیم کردند تسلیم کردم

یک چند از وجہ کتابت قوت بہم میرسانید۔ کتاب روضۃ الصفا را صد کرت نوشت و فروخت

از وست ؎

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم   پنبہ در گوش نہادم بہ شنیدن رفتم
سجدۂ دائمی بود تماشائی جبین   کرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگہ دم بہ طپیدن[۳] دہیم   سرمۂ حیرت کشیم دیدہ بہ دیدن ندہیم
بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم   یوسف[۴] و یعقوب را کف بہ بریدن دہیم

چراغ عاریتی تیرگی زیادہ کند   بروشنائی شبہای تار سوگند است

ذوق جنش بر تماشائی گل رخسار داشت   گرمی بردند زد و آئینہ باخود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتادہ ام   لالہ زار از دیگران در شعلہ زار افتادہ ام
سر بلندی می کنم دعوی گواہ افتادگی ست   از عزیزانم دلیلم این کہ خوار افتادہ ام

بجگر تشنگی خضر جگر میسوزد   کہ ز سر چشمۂ تیغی دم آبی نکشید

بخار میگذر از خاک جگر سوختگان   دست بیرون نکشد شعلہ دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانہ بود در قصیدہ گوی و غزل پردازی یگانہ۔ اشعارش بسبب اشتہار ابرادو نیافت۔ بہمین بیت کہ خوشگاہ میان ناصر علی بود اکتفا نمودہ شمہ از حالش رقمی گشت۔ از وست ؎

من ازین درد گرانمایہ چہ لذت یابم   کہ باندازۂ آن صبر و ثباتم دادند

در مداحی میر ابو الفتح گیلانی و نواب خانخانان سپہ سالار جاہا کہ نیافت۔ در سی و شش سالگی در سنہ تسع و تسعون و تسعمایہ در لاہور در گذشت سو ہمانجا مدفون کردند۔ استاد البشر

ل و ب: ہفت ۲ ل: کہ تسلیم کردند تسلیم کردم ۳ ب: تن بہ طپیدن دہیم ۴ ل: یوسف یعقوب را۔

وهادی کلام عرفی شیرازی - تاریخش یا قلندر - از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعته علی المرتضی داشت وبشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفته بود - بیت قصیده ؎

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم | اگر بهند بخاکم کنی وگر بتتار

آخر میر صابر اصفهانی نعش او را بعد از سی سال به نجف اشرف رسانید - ملا رونقی همدانی تاریخ یافت ؎

یگانه گوهر دریای معرفت عرفی | که آسمان پی پرورشش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران | شکست بر صف دلهای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی | که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بروم | فگند تیر دعای وبر هدف آمد
رقم زدانچی تاریخ رونقی کلکم | بکاوش مژه از هند تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت -

عرفی دم نزع است وهمان مستی تو | آخر بچه مایه بار بربستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس بدست | جویای متاع است وتهی دستی تو

آبروی هندوستان میان ناصر علی

از اهل هند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب ذی همت وکمال بهجو او برنخاسته - از یاران قدیم فقیر بود از خورد سالگی بیکجا بهم مشق سخن میکردیم - وصحبتها میداشتیم - این بیت از فیض حسب حال ماست ؎

طالع شهرت رسوائی مجنون بیش است | ورنه طشت من واو هر دو زیک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت - در زمان بی فیض واقع شد والا این چنین نازک خیال

---

(۱) ب: هلاکم کنی (۲) د: از گور - اما از هند درست می نماید (۳) د: سوای شعر حسن خلق ودلگرمی وخدا شناسی وهمت وسخاوت واستغنا وبی پروائی بمرتبه دارد که در هیچ مخلوقی دیده نمی شود چنانچه خود گفته ؎ از سخن ما را دماغ دیگر است | چون صدف مغز سر ما گوهر است
در اوائل شهرت همت خان خواهش دیدن او کرد - برفاقت میرزا محمد علی ماهر رفت بعد از شعر خوانیها خان بتقریبی گفت که در مردم مغلیه ما خوب رسم است که یاران در خانه یکدیگر مهمان میشوند امروز من بخانه یاری رفته خوردم فردا او بخانه من آمده خواهد خورد - مردم هندوستانی یکبیک طبع اند در غایت خست در خانهای خود پنهان شده میخورند - گفت مغلان ناں را بالفرض میدهند وهندوستانیان ازین شیوه عار دارند - همت خان برهم خورد - روزی همراه سیف خان که بادی بسیار دوستی داشت بخانه خان جهان بهادر کوکلتاش عالمگیری رفت وچون تکلیف شعر خوانی کردند - این بیت را خواند ؎

اهل دنیا را بغفلت زنده دل پنداشتم | خفته دائم مردگان را زنده می بیند بخواب

نواب هزار روپیه گذرانید قبول نکرد - سه روپیه سیف خان کرده گفت ما بخدمت این بنده گی می باشیم هرگاه گرسنه میشوم از مطبخ شوربای امیر سد -

می باید ملک الشعرای عصر باشد - این رباعی فقیر در تعریف او شاهد کمال اوست - رباعی

در ملک سخن بود جهانگیر علی — در مشرب دل ولی علی پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسی — زانسان که خط کس بخط میر علی

در آخر عمر باشاه مجذوبی در دار الخلافه بدعوی قطبیت اقامت ورزید - جنون ساخته بهم رسانید دم از دوستی بو علی قلندر میزد - ششم مبارک رمضان سنه یکهزار و یکصد و هشت درگذشت فقیر تاریخش یافته

وارسته علی بهمت بی پروا — از راحت و رنج دهر مستغنی رفت
دائم چو توجهش سوی معنی بود — دل کنده ز صورت کده هستی رفت
سرخوش ز خرد سال وفاتش پرسید — گفت آه علی بعالم معنی رفت

در اوائل مشق روزی فقیر باوی گفت که بعضی اعزه میگویند که مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتاده و اشعار آنرا بنام خود میخواند - گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باهم طرح غزل کنیم - این غزل در پیش بود - آب استاده است و آفتاب استاده است او و فقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیهه گفتیم

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استاده است — سر بروی تن عیان همچو حباب استاده است

میان ناصر علی حسن مطلع رساند - جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد

اهل همت را نباشد تکیه بر بازوی کس — خیمهٔ افلاک بی چوب و طناب استاده است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر به ازین شعر نگفته ام - چیزیکه بمن داده اند همین بیت است - به اعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم

تو چو ساقی شوی در تنگ ظرفی نمی ماند — بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها

فقیر گفت قریب به این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکرده ام.

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم — همچو مه بالد بقدر باده بر خود ساغرم

و من بیطالع هرگاه در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی های تازه می یابم که شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند - اما هیچ کس خریدار نیست - بلکه بگوشه چشم هم نمی نگرد

یوسفی در پرده بودم کس خریدارم نشد — خویش را بفروختم با خویش سودا بازگشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفته ام فی الواقع چنین است

سرخوش از طبع نجسته معنیٔ نابستهٔ   بعد ازین هر کس که گوید شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است۔ باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته۔ این چند شعر خوش کردهٔ میر معز موسوی‌خان وغیره اعزّه صاحب کمال هست ۵

وحشتم از دل هر ذرّه نمایان کردند   آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند

جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است   نفس سوختهٔ بود که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست   آنجا که سرمه گرد کند جلوه‌گاه اوست

بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند   نفس زدی و چو آئینه بر تو در بستند

برق نازان فنا تا کمر دل بستند   چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند

تو به هر نفس باز پسین دست رد است   بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند

عرق شد پرتو شمع از خجالت تا چه حسن است این   بهر محفل که باشی خوشهٔ تاک است فانوسش

هوای ابر زخود می برد مرا امروز   چو برق جسته‌ام از جای گرفتن خویش

جفاجوی[1] که صحرا را برقص آورد نخچیرش   ز سیلیهای خون من سیه تابست شمشیرش

در وادی که تیره شبم جلوه می نمود   نور هزار شمع زبان غزال داشت

ز جوش باده در ته نشین بالانشین گردد   ز موج خنده ترسم خط برون آید از آن لب‌ها

روشنی گم میکند در ظلمت کاشانه‌ام   هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه‌ام

اگر آن هلال ابرو بمیان نشسته باشد   مه نو بچشم مردم هم مژهٔ شکسته باشد

چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه‌چشمی   که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

رم خوردگان تجرید جای که برق تازند   پا در حنا نشاند رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغنای ماست   در غبار شب مه نو نقش پشت پای ماست

بجز من[2] کسوت دیگر نپوشد آفتاب من   ز دُردِ خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من

یکی شد همچو دُردِ و صاف می روز و شب عالم   زبس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود   از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

---

[1] ب: من وشوخی که صحرا را برقص آورد نخچیرش [2] ب بجز من کسوت دیگر بپوشد آفتاب من۔

بیا ای نورچشم پاکبازان رنگ سیمایت   که چون نرگس درون دیده خالی کرده ام جایت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته از وست ؎

نخفتم یک شب از خندیدن دل   که دیر سومناتم بود منزل

بتی میگفت پنهان با برهمن   خدای من توی ای بندهٔ من

مرا بر صورت خود آفریدی   برون از نقش خود آخر چه دیدی

درهمان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود ؎

بدنیا و بعقبیٰ در ستیزند   چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران او که نامش بردن باعث ریشخند او تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند. فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده ؎

علی آن پیشوای خوش خیالان   چو شد در مثنوی گلکش درافشان

رساندش پایه از معنی بمعراج   بود این مطلع آن دُرّة التاج

الٰهی ذرهٔ دردی بجان ریز   شرر در پنبه زار استخوان ریز

درین مطلع نمود از احمقیها   یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت   کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروفی چند فی الفور   درستش کرد در زعم خود این طور

الٰهی ذرهٔ دردی بتن ریز   شرر در پنبه زار موی من ریز

من این حرف از زبانش چو شنفتم   چو گل خندیده بر رویش بگفتم

چرا این حاجت از حق خواهی ای یار   توانم کرد من هم این قدر کار

که مشتی خس با آتش برفروزم   همه موی سر و ریشت بسوزم

سزای آن که در شعر بلندی   کند زینگونه دخل ناپسندی

مناسب تر درین هنگامه افتاد   بر اهل سخن این بیت استاد

چراغی را که ایزد برفروزد   هر آنکو تف زند ریشش بسوزد ؎[1]

---

[1] ب: قریب شصت سال عمر رسانده ... تا که در رمضان ۱۱۰۸ھ بی دم دود شد۔ محمد عاکف "آه آه اندر رحلت ناصر علی" تاریخ یافته بدنیست۔

عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در هند نیامده. غزل سلسله بند او مشهور است و این بیت ازان غزل اوست

گفت جسم لاغرش را از غضب خواهیم سوخت ‌ ‌ ‌ گفتمش من سوختم در باب خاکستر چه گفت

سوای این یک بیت برجسته اش را از زبان میر معز شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته - هر دو نگاشته می آید

عظیما ‌ ناخن زدم بسینه و بر سنگ کعبه خورد ‌ ‌ ‌ نزدیک بوده راه و نشان دور داده اند

میر معز ‌ نزدیک شد که کعبه فلاخن نشین شود ‌ ‌ ‌ کوی ترا نشان مگر از دور داده اند

آقا عظیما[۱]

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است - ازوست

داغهای تازه از نخل تنم گل کرد و ریخت ‌ ‌ ‌ او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرد و ریخت

این مطلع قافیه مستعد دیگر ندارد

خراش ناخن ما را دل ناشاد می داند ‌ ‌ ‌ زبان تیشه فرهاد را فرهاد میداند

بطفل بادستی داده ام دل را که از شوخی ‌ ‌ ‌ رود گر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کرده آهوئی ‌ ‌ ‌ که در دنباله خود سایهٔ صیاد میداند

شیخ عبد العزیز عزت[۲]

فاضل[۳] کامل بوده سلیقه سخنوری نیز درست داشته توجه بادشاه جوهرشناس درصدد تربیت او مصروف بوده است میخواستند که بمرتبهٔ سعد الله خان رسانند - زندگانیش وفا نکرد - من اشعاره

یک لحظه دل ز ناله نخواهد فراغ ما ‌ ‌ ‌ آتش ز رنگ سرمه نگیرد چراغ ما

نگو که بسمل تیغ تو از رمیدن رفت ‌ ‌ ‌ که راه صد رم وحشت ز یک طپیدن رفت

مجوی راز تجلّی ز مست عالم نور ‌ ‌ ‌ کلیم را بگلو سرمه کرد آتش طور

۱ج: محمد وفا عظیم ۲ج: عزیز ۳ب: در علم معقول و منقول سرآمد زمانه بود - در فنون سپهگری و سلیقه شعر و انشاء یگانه - بادشاه دین پناه اراده میخواست که بپایه سعد الله خانی رساند - بمنصب هفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر که نواب سعد الله خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساخته - همیشه توجه بادشاهانه درصدد تربیت او مصروف بود که بقضای الهی ودیعت حیات سپرده -

زبس نگاشته ام سرد مهری گردون — کند ز نامهٔ من بال اگر پر د کافور

شعار کارکشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن

راز دل خستگیم هست ز مژگان[۱] تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین

چشم طنازش ز بیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرمود ۔

صدای[۲] برنمیخیزد دم بسمل زنخجیرش — مگر زد آن شکار افگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است در سنگ زدن جای بنظر شریف درآمده باشد۔ فرمود جای دیده ام۔ اما حجتی از اشعار سلف میخواست۔ ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرده شاه استوار پیدا کرد ۔

سلمان — چون نهد بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلطد بروی سنگ گردد خوشگوار

باقر[۳] سوداگر

این نیز عزت[۴] تخلص میکرد۔ مرد غریبی بود۔ آن قدر عزت نداشت۔ شعرش هم موافق حال او بوده از وست ۔

بی غنچهٔ دلی رائحهٔ درو ندانی — بی سیلی غم حال رخ زرد ندانی

تا رام نگردد بتو رم خوردهٔ غزالی — در دیده نگاهی که بمن کرد ندانی

موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی با آتش دل ما گرم داشتست

۱۔ ب: پیکان ۲۔ ب: صدای بر نمیخیزد که بسمل زنخجیرش ۳۔ ج: محمد باقر سوداگر عزت تخلص ۴۔: باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد

بند این جا در بعضی نسخه ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخه (۱) نیست۔ حالات ایشان از نسخه ب: این جا نقل میشود۔

(۱) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است۔ در انواع فنون شعر و انشا پردازی محسود اقران۔ دیوان رنگین و منشآت پر مضامین دارد۔ شاهنامه پادشاه عالم بهادر بفصاحت و بلاغت تمام می نگارد۔ وله

عبث از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه ندانست که از دور خوش است

بی کمال از پی صحبت چو خودی میخواهد — چون زن زشت که در همدمی کور خوش است

دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خود فروشان همه پیش تو خریدار شدند

چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت از آن ایراد می یابد ۔

هر یک از اجزای جسمش میکشد دل را بخویش ... میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن به عبدالقادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود - خان معزالیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت - دیگر هیچ موزونی در دارالخلافه نماند که طبع آزمائی نکرد - هنوز هنگامهٔ این بیت یا شگون گرم بود که خبر شنقار شدن عالمگیر بادشاه رسید - طرفه هرج مرج در عالم پیدا شد و اعظم شاه با ردوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت - اعظم شاه با دو پسر رشید چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شدند چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامهٔ شاه عالم بهادر بنظم آورده در تعریف فیل چنین گفته ؎

برنگ تن و هر دو دندان او ... بگویم چه رمز است ای رازجو

ظفر را پی دولت بادشاه ... دراز ست هر شب دو دست دعا

در ان غزل بدین دو سه بیت فقیر و یک (از) مرزا جودت خوب بود نگاشته آید ؎

جُودت

خشک زاهد بر نمی آید بجرب شیر جنگ ... تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ

عشق در دل خانه کرد و عقل بر بر خاش شو ... بر سر جا میکند همسایه به تعمیر جنگ

گرمی مردانگی از سرد طبعان کم طلب ... چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ

کرد با ابرو ستم چون ناز ها شد صرف جور ... ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخه ج: اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخه ک: حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

نبیرهٔ شکرالله خان مرحوم نواسه نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبعی بلند و ذهنی رسا دارد - در غزلها داد تلاش میدهد بقدرت و سامان تمام میگوید این چند بیت از زاده های طبع اوست ؎

نمی خواهم بروی آن پری از دل نقاب افتد ... مبادا در دهن معشوق یک مینا حباب افتد

در پرده بود دل که محبت بپا او بود ... این شیشه را بسنگ پری خانه زاد بود

فیض آزادی نسر و قامت رعنا طلب ... تا رهی از خود بلند و از قامت بالا طلب

تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار ... چون جرس این جا دل خاموش لب گویا طلب

یادی ز ما نمی کنند آن بی وفای ما ... از ما دلش چرا ست که خالیست جای ما

دل خسته را نمیز به آه و فغان کنند ... ظرف شکسته را بصدا امتحان کنند

(در نسخه ج نامش "میر کرم الله عاقلخان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاالله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته و صاف دارد ؎

پری دیده ام مائل کیستم ... بخون می طپیم بسمل کیستم

ندانم کجا برد حیرت مرا ... ز خود رفته ام در دل کیستم

ندارد شکستم صدا چون حباب ... عطا شیشهٔ محفل کیستم

ملّا علی قمی

در هند نیامده یک[1] بیت او عالمگیر است از وست ؎

نثار که از سر ما فتنه دست بردارد ... بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

خواجه عبد اللّه عرفان

خلف خواجه مکی طبع رسا دارد - شعر محققانه بسیار خوب میگوید - امّا جنون بر دماغش غالب است ؎

جدا از خود چه میخواهی[2] توهم کرده هجورت ... اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

ملّا عارف لاهوری

شاعر ماهر بوده[3] از وست ؎

بی برگی منعم بود از کثرت سامان ... لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است

نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان میبرد ... در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است

خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است ... مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است

تیزیِ مژگان خونریز ترا حاصل نکرد ... تیغ های آهنی هرچند سر بر سنگ زد

عاقل[4]

از شاگردان رشید مرزا صائب بوده - از وست ؎

چه یاری بهتر از کردار[5] خیر اندیش میخواهی ... چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی

پنبه[6] حلاج را رسم رسن داری بود ... خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف اوست در تعریف ناف گوید - از وست ؎

نه ناف است این که دل را کرده بیتاب ... گره وافتاد فکر من بگرداب

ز تاب جلوهٔ سرو روانش ... گره افتاد در موی میانش[7]

۱ب: یک بیت خوب او در بیاض صف شکن خان بنظر درآمد ۲ب: میجوئی ۳ب: همت خان چیو بردی بسیار مهربان بودند - دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته - موافق طبع خود تلاشها کرده ۴ذکرش در نسخه ج نیست ۵ب: از پروردگار خویش میخواهی - د: از کردار خویش خوب میجوئی ۶ب: رشته ۷در نسخه ب این جا شاعر ذیل مذکور است ذکرش در دیگر نسخه ها نیست - از ب نقل میشود -
خواجه عبد الرحیم عابد تخلص - مشق سخن بسیار کرده - دیوانی ترتیب داده یک مرید الشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند بفقیر رساند ؎ دانه های سبحه مانند درویشان هند ... گر یکی را سوی خود خواند کسی صد می رسد ... فقیر سرخوش چون خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بر بست ؎ برنگ دانهای سبحه درویشان هندستان ... اگر صد را بخواند کس بجز یک یک نمی آیند

میر[1] برهان عروس

عروس تخلص داشت - صاحب تلاش بوده - این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ — صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

غنیمت

از خاکیان هند غنیمت بوده طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد - مثنوی نیز فکر کرده -

این چند بیت از وست ؎

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها — که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیاد داغهای کهنه دل دارد تماشائی — شود طاوس را سیر چمن برگشته دیدنها

چشم پر شور و طاقت زیر دست افتاده است — همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نما کم نماند — خلق میداند که می خورده است مست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها — همّت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل — جست برق شوق از موسیٰ و شمع طور شد

نظر بروی که شد آشنا که میگردد — بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

گره ام از مهر لب نقد بیانها در گره — بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

ز خلق آزرده گشتم دیدنش در خویش حاصل شد — غبار خاطر آخر توتیائی دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی — بچوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

محمد[2] اسمعیل غافل بازندرانی

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت - بخطاب روشن رقم سربلندی یافته در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلث و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود - و اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صرفی ضائع و تلف شده بود - نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر بادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده - و در انشا پردازی یگانهٔ زمانه بود و به دبیری خاص اختصاص داشت - از فکر سخن نیز بهره مند بود -

[1] ذکرش در نسخهٔ ب نیست - در نسخهٔ ج: تخلصش عزلت است [2] ذکر این شاعر هم در نسخهٔ ب نیست -

ناخلفی از و مانده همه مسودات و اشعارش ضائع ساخت۔ این چند بیت و رباعی که بر السنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت ؎

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد　　مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش
ز شوق لذت زخمش زبس در اضطراب افتد　　مشبک گردد از یک تیر سر تا پای نخچیرش
چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت　　که بی زنجیر ننشیند بروی صفحه تصویرش
ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم　　نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگذرد تیرش

کار آسان نیست بی او زیستن　　سخت جانیها حساب دیگر است

چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در ره است　　بی نوای[۵۱] ناله هی هی موسم فریاد هی

رباعی
چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد　　پیری است نه کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی　　در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد　　صبر دل و طاقت جگر میسوزد
عشق آفت زهر خشک و دامان تر است　　آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناخته تا دهر بدین هوش مرا　　هردم بغمی ساخته مدهوش مرا
یکچند بنام دگرم باید خواند　　شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم　　تا شوم زین هنر از محنت گیتی آزاد
گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم　　نو عروس امل و شاهد گلرنگ مراد
ضعف پیری چو قوی گشت قوی ماند ضعیف　　طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد
گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید　　کس به نیروی هنر عقدهٔ طالع نکشاد

محمد طاهر غنی

صاحب طبع عالی بوده[۵۲]۔ پایهٔ سخنوری را بدرجه کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند همچو او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب برنخاسته۔ دیوانش که سراپا انتخابست مرزا

---

۵۱ د: هی نوا هی ناله هی هی موسم فریاد هی　۵۲ ب: بهره در طالب علمی بکمال داشت۔ در اوائل مشق اشعار خود را پیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید۔

محمد علی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میر معز و ناصر علی را فقیر تدوین نموده - اکثر شعرش بطرز ایهام است "و غنی" تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[1] - روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

بی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست   مصرعی ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر بر ایهام او شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[2] این چند شعر انتخاب نمودهٔ میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم   مبادا راه درین بیشه شیر قالی را

کند در هر قدم فریاد خلخال   که حسن گلرخان پا در رکابست

با دامن تر شدم بمحشر   گفتند در آفتاب بنشین

می نواز و ساز عیش آندم که طالع یافت قوت   باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت

بر نداریم ز اشعار کسی مضمون را   طبع نازک سخنِ کس نتواند برداشت

جان بلب از ضعف نتواند رسید   ما بزور ناتوانی زنده ایم

ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی   نگینی می نماید گر نهند آئینه در پیشم

قلم تحریر کرد از سینهٔ چاکم مگر حرفی   که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد

میانِ بانزاکت همچو موآن دلستان دارد   پر مور است شمشیری که هر موی میان دارد

چون آستین همیشه جبینم ز چین پر است   یعنی دلم ز دست نوای نازنین پر است

میفر ستند به پدر پیرهن خالی را   یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد

اثر بر عکس بخشد[3] سعی من از طالع واژون   ز فریاد بلندم چشم بد از خواب برخیزد

چون خاتمی که بر دسر بجیب موم فرد   زدم چو بر در پستی بلند شد[4] نامم

دل بهر دن نه غنی چون قامتت گردید خم   بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگِ مزار

---

[1] ب: فقیر او را نادیده اما جزوی از اشعار خویش وی فرستاده بودم [2] ب: هنگام فکر شعر از جمع مردم انزوا اختیار میکرد - یکی از متعلقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که حضور دلش برهم خورد - آن معنی از خاطرش رفت ازین امر خیلی مضطرب گشت - به غضب تمام برخاست و بیک ضربت تیغ سرش از تن برداشت [3] ب: دارد [4] ب: نامم شد -

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم
یاران برند شعر مارا — افسوس که نام ما نبردند
رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می ماند — چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائبا بر یک بیت اورشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ؎

غنی — حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرد و فقیر نیز هر دو نوشته میشود ؎

حکیم — خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم
سرخوش — خوردم ز خط فریب جمال عذار او — همرنگ سبزه بود لباس شکار او[۱]

شیخ محسن فانی[۲]

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود. از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد. دو بیت از و یاد است ؎

دیده نهان داشت نقش آن کف پا را — اشک بمردم نمود رنگ حنا را
موی سفید خندهٔ صبح اجابت است — گشتیم پیر بر در او تا دعا رسید

میرزا فصیحی[۳]

از فصحای زمانه بود. اشعار ریخته دارد و استاد یگانه است ؎

لبی[۴] کز نازکی بار تبسم بر نمی تابد — بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم
خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان زدم — آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود
حدیث شوخ و لعلت نازک افگارش کند ترسم — مگر آهسته آن لب را تبسم وا کند

---

۱ در نسخهٔ (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ها نیست. از نسخهٔ (د) نقل میشود. غروری. صاحب تلاش است. این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ — صد چمن برهم زدم تا یک قفس آراستم

(رجوع شود بذکر میر برهان عروس که ایراد یافت) ۲ ج: محمد محسن فانی ۳ ب: کامل العصر بود. طالب آملی وغیره فضلای زمان او را ببیادت قبول داشتند. اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۴ ب: لبش.

جرم ما گر بادہ آشنا نیست مستی جرم کیست — عکس لعل خویش را ما در شراب افگندہ ایم
چون ماہی ساحل طپد از آرزوی دل — زخمی کہ شہیدانِ ترا بر سپر آمد
شب کہ غمہای ترا پردہ نشین میکردم — از تبسم لب زخمی نمکین میکردم
دوش تقلید جرس کردم صد قافلہ سوخت — آہ گر نالہ پریشان تر ازین میکردم
چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم — بہر شاخ ترنجی آفتاب پیشرس دارم
کو جنون تا ہر نفس در دل سراغی گم شود — سینہ ہمچو موج در گرداب داغی گم شود
شوق[1] اگر اینست مغز آشفتگان عشق را — نکہت فردوس ترسم در دماغی گم شود

دریک بیت مرزا فصیحی فقیر تصرف کردہ۔ ہر دو نوشتہ میشود ؎

فصیحی — ما تو امیم با گل رعنا درین چمن — کز خون پریم و رنگ بہ بیرون نمی دہیم
سرخوش — ہم مشرب است با گل رعنا پیالہ ام — کز خون پر است و رنگ بہ بیرون نمی دہد

آقا محمد ابراہیم فیضان

خلف آقا محمد حسین ناجی۔ در عنفوان شباب بکمالات ظاہری پرداختہ در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمای عصر خود است۔ و در فن انشا خود ثانی ندارد۔ و در نظم بی نظیر چنانکہ میان ناصر علی میفرمود و درین زمانہ بہ ازین جوان دیگری درین ہنر نیست۔ و خوش نویس ہم بود۔ چند بیت از زادہای طبع اوست کہ بگوش رسیدہ تحریر می یابد ؎

مآل اختلاف از دست صنعت یک رقم باشد — تفاوتہای کفر و دین شگاف یک قلم باشد
بود منزل رسیدن دل بدست آوردن خوبان — بلند و پست راہ عشق لطف بیش و کم باشد
ستم فہمد زبان غمزۂ خونخوار[2] قاتل را — میان ماو نازش ترجمان تیغ دو دم باشد
نصیبت گر بود ہمچو صدف رزق از سما ریزد — چو قسمت نیست روزی از دہن چو آسیا ریزد
بیتو تا چند بسازد بدل تنگ کسی — از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی
در دلِ صاف خیالِ سخن ساختہ نیست — آب آئینہ نیامیختہ با رنگ کسی
کردم از ضبطِ نفسہای خموشی معلوم — کہ نشستہ است پس پردۂ آہنگ کسی

[1] این بیت از نسخہ (ب) افتادہ است [2] ب: خونریز۔

نبود از شیوهٔ ظلم اینقدر ها چشم بکرنگی — مرا بر دل رسد زخمی[1] تراچین بر جبین افتد

صافی دل شست[2] درد کینه از پیمانه ام — روشنی پوشیا چون آئینه عیب خانه ام

عداوت در کمال دوستی دانند هم جنسان — چو اختر زد هجوم نور دامن بر چراغ من

نمی باشد چو من حسرت نصیب محشر دردی — ز هر جزو بدن جوشیا چون اخگر دم سردی

بهم ناز و نیاز آئینه سازِ الفت اند اینجا — خرام آن پری دارد ز رنگ جسته ام گردی[3]

بیهوده چه سوزی پی دنیا جگر خویش — در خاک چو اخگر نبری مشت زر خویش

برو هر کس که در بزم خموشی راه می داند — که فیض نشئهٔ رطل گران گوش گران دارد

میر غیاث الدین منصور فکرت تخلّص

از شرفای ولایت بوده در عهد شاه عالمگیر بهند آمده پانصدی منصب داشت. خوش خلق و خوش فکر بود[4] - این بیت بخط خود در بیاض فقیر نوشته از وست ؎

نمی مانَد سیاهی در دوات دیده آهو را — اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را

ز اشکم گاه مستی نامهٔ اعمال افشان شد — مرا کوه گناه از بادهٔ لعل بدخشان شد

خمار افسرده ام دارد شراب آتشینی کو — که خون مرده را در پوست چون هندو بسوزاند

همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبح محشر هم و مید خون من خوابیده است

در نامهٔ من نیست بغیر مودهٔ حق هیچ — یکحرف به تعلیم درین مشق ندیدم

عمر آخر میشود تا میکشی دل از جهان — کاروان رفتست تا خاری تو از پا میکشی

عبدالرّزّاق فیّاض

یک بیت او از زبان میر معز موسوی شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته و فقیر نیز بیتی بهم رسانده

---

[1] ب : زخم و [2] ب : شسته [3] ب : رنگی [4] ب : از راه قدر دانی به فقیر بسیار التفات و مهربانی میکرد - فقیر قصیده که در مدح بخشی الممالک روح الله خان در زمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی گفته بود که این بیت از ان قصیده است ؎

ترک شوخی نکند زانسبب استاد ازل — همچو اطفال کشید دست فلک را به فلک

بوه با حسن وجه گذرانید و نقلی از راه خوش طبعی نیز در میان آورد که چون ملّا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان شاه بر آشفتند و پیش یکی صاحب طبع رفته بشورش تمام گفتند که به بینید بی ادبی ملّا وحشی را که قصیدهٔ شاه را جواب گفته - آن گفت که بی ادبی دیگر آن که از شاه خوب گفته - نواب خنده کرد و برای فقیر آنچه دلم خواست صله عطا فرمود - میرزا بمنصب پانصدی سرفرازی داشت - در کشمیر فوت شد - (این حکایت با اندک تغیر جائی دیگر در متن مرقوم گشت)

هر سه رقمی میگردد ؎

فیاض	یکبار ناله کرده ام از جوشش[۵۱] اشتیاق — از شش جهت هنوز صدا میتوان شنید
میر معز	باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند — پیغام او ز نالهٔ ما میتوان شنید
سرخوش	منصور سنگسار ملامت بود هنوز — یک حرف راز گفته چها میتوان شنید

فغفور[۵۲]

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

فلک دیگر بکام رند درد آشام میگردد — عسس رو خواب راحت کن که امشب جام میگردد

سرخوش — کجا غافل ز حق در دیر دُرد آشام میگردد — بمسجد سُبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی[۵۳]

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت[۵] مردن بصوت دگر است — مسافران عدم انتظار من مبرید[۵۴]

الف ب: در د ۵۲ و ۵۳ ذکر هر دو در نسخه ج نیست ۵۴ در نسخه (ه) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از انجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکران است از کیفیتی و نشهٔ معنی غافل نیست۔ چند شعر او که نازکی داشت برنگاشت۔ منه،

نصیحت میفزاید زینت پاکیزه گوهر را — که آب از پیش راه بستن نهد رو در بلندیها

از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند — در آستین چو غنچهٔ نرگس پیاله را

افشای راز عشق بود کار دیده را — منصور دان سرشک بمژگان رسیده را

عجز شکسته بالان هم پنجهٔ غرور است — پای ز راه مانده بازوی دست زور است

تا نرگست به بزم فسونِ نگه نشست — چشم بتان ز سرمه بخاک سیه نشست

پیمان من بخامشی از بس درست بود — چون ساغر حباب شکستم صدا نداشت

شوخیِ پرواز رنگم گرد جولانِ کسی است — مدّ آهم سایهٔ سرو خرامان کسی است

سینه چاکان محبت را قیامت مژده ایست — صبح محشر گردهٔ شور نمکدان کسی است

دیوانهٔ عشق تو سر انجام ندارد — چون نقش قدم خانهٔ من بام ندارد

دلِ گرفتهٔ من مشکل است باز شود — که قفل بر در میخانه از درون زده اند

علاج غفلت بیدا نمی توان کردن — گلیم بخت سیه را بخواب می بافند

فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان سوخت — هنوز دام فریب سراب می بافند

بداغ لاله عذاران درین چمن رفتم — بجائی گل بفشانید لاله بر خاکم

جز غنچه ... [illegible]

مردان سوختند آتش ... [illegible]

فارس

خوش فکر و معنی یاب بود - از وست ؎

عشق آمد و زآ لائش تن بی اثرم کرد — از پرده دلِ صاف چو آب گهرم کرد
غنچه سان بهر گلی سر بگریبان دارم — از دلی خون شده راهی بگلستان دارم
یار بهتر ز من احوال مرا میداند — من چسان عیب خود از آئینه پنهان دارم

فوجی

از شعرای بنگاله بود اما صاحب فکر می نماید از اوست ؎

موج آب گهر از تاج شهان میگذرد — قطره در مرتبهٔ خویش کم از دریا نیست

دارا شکوه قادری[1]

ملقّب به شاه بلند اقبال ولی عهد شاهجهان بادشاه زاده خوش خلق و خوش رُو و متحمّل و صوفی مشرب فقیر دوست - موحّد محقّق بوده - طبعی بلند و ذهنی رسا داشت - مطالب صوفیه را در رباعی و غزل منظوم میکرد - بحسب اعتقادی که در سلسلهٔ عالیهٔ قادریه داشت قادری تخلّص میکرد و به ملّا شاه خلیفهٔ میان شاه میر لاهوری دست بیعت داده - تحمّل و وقار بحدّی داشت که محمد علی ماهر نقل کرد که روز طوی[2] سلطان سلیمان شکوه خلف بزرگش شاعری قصیده گفته آورده سرِ دیوان میخواند - در یک بیت بسته بود که بادشاه زاده کریم الطرفین است - شاه بلند اقبال شنیده فرمود که راست گفته - پسر کریم الطرفین است هم از پدر و هم طرف مادر بادشاه بن بادشاه است - حاجی تمکین که بظرافت پیشگی در مجلس عالی راه داشت عرض کرد که ملّا دو پیازه چه خوب گفته که کریم الطرفین[3] .... شاه سر فرو انداخت لرزه بر اندام اهل مجلس افتاد - همه را یقین شد - همین که سر بر میدارد این مسخره را گردن زدن میفرماید - بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بار رخانه فرمود که دیگر این مسخره را در دیوان خاص نگذارند - در علم تصوف تصانیف عالی دارد - سوالهای دقیق نوشته - دیوان مختصر از و جمع شده - این چند بیت از وست ؎

---

[1] ب: محمد دارا شکوه قادری [2] طوی معرّب توی که لفظ ترکی است بمعنی عروسی [3] عبارت فحش است لهذا حذف شده

هرخم‌ پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شار زنجیر شد تسبیح شد زنار شد
خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید
بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که وا شد
بقدر مال باشار سر گرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار
بخیه بر خرقهٔ فنا کیشان — موج آبحیات را ماند
همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی
با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

قادر[۵۱]

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت از و بگوش خورده - صاحب قدرت می نماید از وست ؎

سرنوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبرو آزاده را

خانزمان[۵۲] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود - در قصیده گوئی و غزل پردازی - گوی بلاغت از اقران می ربود[۵۳] ظفرنامهٔ شاهجهان را باحسن وجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرد - چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجائش ندارد - باین حسن ادا ذکر کرده ؎

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

و از آنجا که یمین الدوله آصف خان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت بر[۵۴] سریر تدویر جلوس داده بیتی باین خوبی و رسائی گفته ؎

ماران عیب تزویر والا گهر — بود آب در شیر[۵۵] گوهر هنر

چون فیل سفید از جای به تحفگی و غرائب بارگاه جهان پناه آمار بادشاه جم جاه بزر و زیور مزین ساخته

۵۱ و ۵۲ ذکر هردو در نسخه (ج) نیست - در نسخه ۸: حسان زمان بجای خانزمان ۵۳ ب: شعرهای فرمائشی را بسیار میگفت ۵۴ ا: از سرتا دیر ۸: بر سریر تدویر جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده ۵۵ ا: سیر -

خود بدولت وسعادت سوار شده - ملک الشعرا رباعی گذرانیده -

برفیل سفید دش کہ مبینا دگر ند | شار شیفتہ ہر کس کہ نگاہی افگند
چون شاہ جہان بر و بر آمد گوی | خورشید یار شد از سپیدۂ صبح بلند

بجائزۂ لائق مفتخر و مباہی گشت - مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راہ خوب گفتہ - وقتیکہ بیگم[۱] صاحب از شمع سوختہ بودند - رباعی گذرانید[۲] - بیت آخرش اینست ؎

تا سر زدہ از شمع چنین بی ادبی | پروانہ ز عشق شمع وا سوختہ است

گویند با آن کمال و ملک الشعرای روزی غزلی تازہ گفتہ بود - پیش ملای مکتب داری خواند چون باین بیت رسید ؎

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح | برخیز کہ تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری - نفسی گفتہ شود برای صبح مناسبت تمام دارد حاجی[۳] قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند -

الحق جای حیرتست - ہمین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفتہ بود بزبان عربی ؎

اَلا فَاسقِنِی خَمراً وَقُل لی: "هِیَ الخَمرُ" | وَلا تَسقِنِی سِرّاً إذا أمکَنَ الجَهرُ[۴]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد - کودکی گفت باستاد خود کہ میدانی ابونواس از "قل لی ھی الخمر" چہ ارادہ کردہ است - اُستاد گفت نمیدانم - گفت از گرفتن جام شراب چہار حواس متلذذ میشود باصرہ از دیدن - و ذائقہ از چشیدن - و شامہ از بوئیدن - و لامسہ از گرفتن - باقی ماند سامعہ از گفتن کہ این شراب است سامعہ نیز لذت یاب میگردد - ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام من بر آوردی کہ من ہرگز قصد نکردہ ام -

این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

زود بہ کردم من بی صبر داغ خویش را | اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را

۱ب: نواب علیہ عالیہ بیگم صاحب ۲ب: پنج ہزار صلہ یافت ۳ب: حاجی آفرین و تحسین کرد نفسی را بجای قدری نوشت و گفت ؎ | گاہ باشد کہ کودک نادان | بغلط بر ہدف زند تیری
۴ برای شعر ابونواس رجوع شود بہ اخبار ابونواس ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر ۱۹۲۴ء مرتبہ ابن منظور مصری -

بازم نشسته تا مژه در دل نگاه کیست   روزم سیاه کردهٔ چشم سیاه کیست
دل دادن و سخن نشنیدن گناه من   دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست

جوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار از وی   چو آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خودبین   چو شمع آرم برون یکدسته زنّار از گریبانش

باین قدر که ببالین من نهی قدمی   مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است   کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل   گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[۱]

در چنین فصلی که بلبل مست و گلشن پر گلست   گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

کجا تاب آورد پیش سرشک دیده فرسایم   دوانار ریشهٔ چون شمع مژگان تا کف پایم

چو غنچهٔ گل صد برگ آسمان دو رنگ   بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا   چو شمع زنده سر خویش دیده ام در پا

بلاست هجر عزیزان اگرچه مردم چشم   ز هم بقدر یک انگشت راه خانه جداست

سخن بس بعالم پناه سخنور   صدف را بود مهرهٔ پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود   شیدائی آن شیفتهٔ این نشود
بار دل عارف نشود جلوهٔ دهر   آئینه ز عکس کوه سنگین نشود

هر کس که سخن ز قدر و مقدار کند   کی حالت خود توان اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود پستی جو   شمشیر فرود آید و کار کند[۲]

هر کس که کمال خواهد اظهار کند   فکر یاران نیک کردار کند
گردد هنرت بسعی احباب عیان   شمشیر بزور دستها کار کند

---

[۱] اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز دارد :-

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم   همسایهٔ دیوار بدیوار شرابیم
دریا کشیم روز بروز از هوای تو   آخر هوای سرو تو ما را نهال کرد

[۲] ب : شمشیر فرود آمده هم کار کند.

قاسم[1] دیوانه مشهدی

از شاگردان رشید مرزا صائب[2] است - تازه گوئی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده - در هند نیامده آما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد این چند بیت ازوست - رقمی شده

بکیست حسن بصد جلوه از نقاب چکید — رگ چراغ زدم خون آفتاب چکید

عشقی[3] بکنج خلوت اگرم دهی اجازت — بهمکم چنان لبت را که در و سخن نماند

هست چون اجزای عالم ذرهٔ یک آفتاب — آستین بر هر چه افشانی چراغی کشته

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم — بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی

میروی مستانه بر خاکم بمیدانی که من — در کفن همچو کبابی در نمک خوابیده ام

زویرانی بود بام و در کاشانهٔ ما را — زمین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ ما را

کس بادیهٔ عشق بپایان نرسانده است — چندانکه نظر کار کند یک رم آهوست

ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم — غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد

برات عاشق چو مضمون در پیام خود نهان آید — دری چون نامه ام بانگ شکست استخوان آید

خونریز ستم چو یار من شد — گل حلق بریدهٔ چمن[4] شد

قاسم خان

همزلف[5] جهانگیر شاه طبع رسا داشت ازوست

بعد ازین ورعوض اشک دل آید بیرون — آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

عشق آمد پی دل برون و در سینه نیافت — دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون

چنان یادم بجدائی که بعد ازین هر گز — بخنده نیز لب از هم گر جدا نکنم

مردم ز رشک چند به بینم که جام می[6] — لب بر لب بت گذارد و قالب تهی کند

هر که در مجلس ما باده ننوشد قاسم — گر همان مردم چشم است برون باید کرد

---

[1] ج: محمد قاسم مشهدی [2] ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر [3] من و تو نشسته تنها اگرم دهی اجازت [4] ج) این بیت نیز دارد

طفلم آنادم که بتن پیرهن جان پوشید — شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

[5] ب: شوهر منیره خانم که خواهر نور جهان بیگم بود - طبع موزون واشت - در عصر جهانگیری کوس سخن میزد [6] در نسخه ب این بیت بنام قانع نوشته است -

روزی بادشاه آب خالص و خاصه طلبید- در پیالۀ گلی بغایت نازک آوردند- همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست- بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رسانده ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

قلیح

برحقیقتِ حال او کماهی اطلاعی نیست- بیک بیت او قانعیم- از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست ‌‌ چرخی که خدنگ غمزه را تیز کند

محمد[۱] یوسف قدیم

عم زاده[۲] مرزا مائل- طبع درست داشت- در عین جوانی گذشت- از وست ؎

یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد ‌‌ خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد[۳]

* استاد سخنوران ابوطالب کلیم

شاعر عمدهٔ پای تخت- صاحب قدرت معنی یاب و در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمیع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفرنامه شاهجهانی را یاداهای رنگین نظم نموده در تعریف اکبرآباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر وغیره مثنویهای دلکش دارد- دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت[۴]- برائی تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه با مقطعه شعرهای مناسب هر چیز گفته- بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند- وقتیکه

۱: محمد یوسف قابل- ب: میرزا محمد شریف قدیم ۲: پسر عم مرزا قطب الدین مائل- جوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود- ذکر مثنوی داشت عمرش وفا نکرد ۳: ب: فقیر نیز برائی خاطر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل از آلودگیها پاک شد ‌‌ خرقهٔ پر بخیه ما کیسهٔ دلاک شد

*: اینجا در نسخه (ل) شاعر ذیل مذکور است- ذکرش در دیگر نسخه ها نیست-

عبدالقادر خان خلف وزیر خان عالمگیر شاهی- قادر تخلص میکرد- خوش فکر است- از وست ؎

از هجوم میکشان بر شیشه می لرزد دلم ‌‌ جا بمینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

۴: ب: بادشاه او را دو بار بزر سنجید-

که خوندکار روم در تهنیت نامه جلوس والا تحریر نمود که شما خود را شاهجهان لقب کرده اید- اگر ملک ما وایران وتوران وغیره داخل جهانست شما پادشاهی آنجا ندارید- بهترین نامها نزد خدا عبدالله وعبدالرحمن وعبدالرحیم است- ازین اسماء اختیار کنند- بادشاه بعد مطالعه در فکری شده باآصف خان یمین الدوله مصلحت کردند که باید این لقب خطاب را تغیر داد- کلیم خبر یافته قصیده در مدح گذرانید واین مضمون را باین بیت جواب داد- از وست ؎

هند و جهان ز روئی عدد چون برابر است　　　بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

بادشاه خوشوقت شد وهمین بیت را در جواب نوشتند- وکلیم را بزر سنجیدند- چون خان جهان لودهی که سابق پیرا نام داشت باغی شد وبدریا خان روهیله پیوست- دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد- بعد ازان پیرا نیز بقتل رسید- رباعی گذرانید بجائزهٔ لائق سرفراز گشت-

رباعی

این مژدهٔ فتح پی به پی چه زیبا بود　　　این کیف دوبالا چه نشاط افزا بود
از کشتن دریا سر پیرا هم رفت　　　گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا ودریا ودو پسران رشید او یکجا بدرگاه آمد چهار[1] تاریخ گذرانید بصلات بادشاهانه مفتخر گشت- گویند در اوائل جلوس که رایات عالیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود در یکسال چهل قلعه بتصرف در آمد این رباعی گذرانید- از وست ؎

شاها بختت که نور[2] اقبال گرفت　　　تیغت ز عدو ملک وزر و مال گرفت
چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی　　　شاهان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچه دیوانش مشهور است- اما چند بیت نوشته میشود ؎

بود آرایش معشوق حال درهم عاشق　　　سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را
نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه ام　　　گر برنگ دام ماهی آب دارد دانه نیست
غرق وصال آگه ز آسیب چشم بد نیست　　　تا دام بر نیاید[3] ماهی خبر ندارد
نجات غرقهٔ بحر تعلق آسان نیست　　　مگر به تخته[4] تابوت بر کنار افتد

---

۱ ب: چهار سر تاریخ فوت او گفته گذرانید ۲ ب: کشور اقبال ۳ ب: نیاید ۴ ب: ز تخته-

نیست یکشب که سر شکم گلِ بستر نشود — تار در[1] پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود

ابر تا برخاست یاران باده در ساغر کنید — چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید

ستمِ ظاهر او لطف نهانی دارد — صید را میکشد آنشوخ که لاغر نشود

سپاهِ غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد — شکست افتاد در[2] دلها چو برگردید مژگانت

سر بسر دلهائی آگه دانهٔ یک سبحه اند — آنچه ما را در دل است از همه گر مستور نیست

مرگ تلخ[3] و زندگی هم سر بسر دردسر است — پشت و روئی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

در کشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده۔ ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

در کشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد۔ مرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود۔ هر که در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ بر میخاست۔

خواجه کلان

بزرگیش[4] از کلامش پیداست۔ ازوست ؎

منع بی تابی و بیطاقتی و جامه دری — ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

شیخ سعدالله گلشن

طبعی[5] درست دارد۔ مدتی پیش فقیر مشق کرده۔ جنونی بهم رسانده۔ از دار الخلافه بر آمده الحال در گجرات بسر میبرد۔ آخر[6] بصحبت مرزا بیدل هم جنسیت او را کشید ؎

بدل شوخی نفس ز دیده طغیان میکند نازش — پری در شیشه پنهان گشت بیرنگست پردازش

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودم[7] — آئینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم[8]

ز شوق مهر[9] رخسار که چشم گریه پیرا شد — چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحر گاهی

۱ب: از ۲ب: بر ۳ب: سخت ۴ب: معلوم نیست که کجا بود که بود۔ یک بیت ازو شنیده ام ۵ب: جوانی آزاد طبع و صاحب فکر است۔ هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده ۶ل: آخر بصحبت مرزا بیدل چسپید۔ هم باو کشید ۷ و ۸ب: خودیم ۹ب: رخساری۔

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر[1] پیش مصرعه رسانید ع

سرخوش — زبس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

عبدالرحیم کم گو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید - فکری درست داشت[2] بطرف دکن رفت - همانجا درگذشت از وست ؎

بهار آمد ز جوش لاله دارد کوه دیدنها
شرر خارا شگافی میکند از دل طپیدنها

ماخراب[3] رنجش بیجائی او گردیده ایم
گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما

گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا
بلاذتی که مکد طفل شیرخوار انگشت

ز زنجیری که عشق انداخت در پائی من ای قمری
فتاد آخر ترا هم حلقهٔ در گردن ای قمری

مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی بر تن
زبال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

لامع

بر حقیقت حال او اطلاعی نیست امّا اینقدر معلوم میشود که تازه گوئی معنی یاب است -

از وست ؎

ای سپند برق حسنت شبنم گلزارها
دست و پا گم کردهٔ سر قدرت رفتارها

در بهارستان حسرت بلبلان قدس را
بوی گل خیزد بجای ناله از منقارها

دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندانرا
گریبان چاک همچون گل کند لعل بدخشانرا

شود گردشت پیمانهٔ مجنون سودا یت
بفریاد آورد مانند نی شاخ غزالانرا

گذشتی بر مزارم شورشی انداختی رفتی
کف خاک مرا صحرای محشر ساختی رفتی[4] ؎

---

[1] ب : گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد پیش شاعران دیگر مثل مرزا بیدل وغیره خوانده ام - کسی نرسانده فقیر بدیهه گفت

[2] ب : درصدد تربیتش بودم که قسمت اورا بطرف دکن برد [3] ب : خراب از [4] نسخه ب شعر ذیل نیز دارد :-

چه خوش باشد که گردد آشنا باهم بر دوشی — رسا همچو کمان و حلقهٔ آغوشی باغوشی

خلاصهٔ[1] دودمان مرتضوی میرزا معزالدین محمد موسوی

در[2] خوش خیالی و معنی طرازی و شعرفهمی و انشاپردازی نظیر نداشت۔ در حدّت طبع و دقّت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود۔ باین فضل و کمال از ملک ایران کم کسی برخاسته باشد چنانکه خود گوید ؎

من مرغ خوش ترانهٔ باغ فضیلتم
طبع مرا بزمزمهٔ شاعری چه کار

درین بیت مرزا صائب که در تعریف عمارت گفته ؎

صائب
چون لباس غنچه تنگی میکند بردوش گل
برشکوه این عمارت پرنیانِ آسمان

روبروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرد و نادرست وانمود۔ صائب باینتامّل بسیار برقبح این بیت مطلع شد و قائل گشت۔ فقیر چنین درست کرده برخواند فرمود که حالا درست شد ؎

چون لباس غنچهٔ نشگفته تنگی میکند
برشکوه این عمارت پرنیانِ آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت برخواند ؎

زتیره بختی خود آنزمان شدم آگاه
که مادرم سرپستان خویش کرد سیاه

گفت معنی تازه است۔ خوبتر ازین باید بست۔ خود فکر کرده خوب تر ازان بست ؎

این تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم
مادر نزاده ام سر پستان سیاه کرد

جواب این بیت مرزا طاہر وحید خوب گفته۔ خود نیز ازین محظوظ میشد۔ ہر دو نوشته میشود ؎

وحید
ہرگل بیاد شمع تو بالی کشوده است
خاکسترم چمن شد و پروانه ام ہنوز

معز
شد گرد باد دامن صحرا غبارِ من
برباد رفت خاکم و دیوانه ام ہنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ؎

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی
چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود که بیا بیا طرح کنیم۔ بدیهه گفت ؎

میرمعز
آنچنان نی که چو از حادثه برباد روی
حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

---

[1] ب: خلاصهٔ دودمان مصطفوی۔ نقادهٔ خاندان مرتضوی۔ سید۔ پاک گوہر عالی نسب میر معزالدین محمد موسوی

[2] ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بوده۔

فقیر نیز بدیهه رساند ؎

سرخوش خویش را خاک رهی سازی و برباد روی بهر آنست که بر تخت روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی درمیان آوردند ؎

علی ز جوش باده دُردِ ته نشین بالانشین گردد ز موج خنده تبسم خط برون آید از ان لبها

خود بفکر تمام فرمود ؎

نگه بر نیشتر[1] بالیده می بارد ز مژگانش سخن در برگ گل پیچیده میریزد ازان لبها

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسیده ؎

سرخوش نظر ها از لطافت بر رخش باران در آبست سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن در آن[2] لبها

در حسن ابدال غلغلهٔ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت مطلع تازه ؎

معز هیچ کس آگاه ز شرح اشتیاق ما نشد نامهٔ[3] ما چون زبان لال هرگز وا نشد

سرخوش هیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد عقدهٔ کارِ کس از دندان گوهر وا نشد

همه[4] عزیزان گفتند که کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت تشبیه میر تازه و از من متعارف این قدر تفاوت است. هرگاه[5] فقیر بخدمتش وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت که با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازه میداریم. و اکثر از راه مهربانی میفرمود که در هنارسه[3] شاعر دیدم.

۱: نشتر ۲ ب: ازان ۳ ب: ناله من ۴ ب: اکثر شعرای ارهموی معلی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیره بجد میگفتند که تو به از میر گفته. من گفتم که میر به از من گفته. فکرها میکردند و غورها می نمودند که آیا بچه سبب مطلع میر به از مطلع است میر هم شنید. هیچ در نیافت. بعضی گفتند که چون هم از شاگردی میر میبزند تواضعاً میگوید. آخر همه گفتند که ما در نمی یابیم. باری تو بیان کن. گفتم که تشبیه میر که نامهٔ پیچیده را بزبان لال داده تازه است و از من متعارف هزار کس گوهر را بدندان و دندان را بگوهر تشبیه داده. میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زهی طبع منصف ۵ ب: برین فقیر اینقدر مهربانی داشتند که در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند که کتابها بردارید که با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم. و بر هر مقدمه انصاف میدادند و میفرمودند که قدرتی دارم که هیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیش نتوانند گرفت ولیکن وقتی که حرف فنا درمیان می آید من در میمانم زیرا که نه انکار میتوانم و نه اقرار. و در احوال جمیع مشائخ خوانده ام که در ذات حق فانی میشوند و ظاهرا درمیان خود و ایشان هیچ فرقی نمی یابم همچو من میخورند و می آشامند. ایشان چه قسم فانی گشته اند و من نیستم. فقیر میخندید و می گفت سبحان الله ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا خیره ام در چشم بندی خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات. درین قدر معامله بوی پیدا است.

غنی و ناصر علی و سرخوش - و در اوائل فطرت تخلص میکرد - و در آخر ها موسوی مقرر کرده و از ین تخلص بسیار محظوظ بود[۵۱] - خطاب خانی هم برین تخلص گرفت[۵۲] - روزی گفت که "افضل اہل زمانہ" تاریخ ولادت من است - موافق سنہ ہزار و پنجاه ہجری - فقیر گفت تولّد من ہم درین سال است و نام من افضل - این بمن عنایت فرمایند و برای خود فکر دیگر کنند[۵۳] ؎

روزی شخصی به ایشان گفت مصرعه گفته ام پیش مصرعه شمار سانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش منبع اشعار تازه گویان است - از وبپرسم اگر کسی نگفته باشد پیش مصرعه میرسانم چون بفقیر دوچار شدند و ذکر این مصرعه درمیان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما　　　فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[۵۴] دو منصبدار خلعت پوشیده برای تسلیم حضور ایستاده بمن فرمود که تحقیق کرده بیا که این ہر دو راچه خدمت شده - آمده تحقیق کردم یکی را دیوانی برار مقرر گشته و دیگری را خلعت کدخدائی شده - رفته بمیر سانیدم که یکی را خدمت در آر شد و دیگری را خدمت برار شده - میر خنده ها کرده تحسین نمود - این چند بیت از زاد ہای طبع شریفش بر سبیل مشتی نمونہ خرواریست - از میر معز موسوی ؎

---

۵۱ ب : که ازین ہم نسب من ظاہر است وہم حسب من　۵۲ ب : چون بپایۂ وزارت ممالک دکن دیوانی تن ده ہزاری منصب سرافراز گردیدند فقیر از شاہجہان آباد بعد تہنیت و مبارکباد رباعی نوشت - رباعی

ایام بکام دوستداران گشته　　　کار میرا ز معز بسامان گشته

چیزی که بجا شده بعالم اینست　　　کان سید پاک موسوی خان گشته

۵۳ ب : خنده کرده گفت خوش باشد - روزی مطلعی گفته بخدمت گذرانیدم ؎

خانۂ دہر تنگ بسیار است　　　پشت بام فلک ہوادار است

بسیار تحسین فرمودند در پیش مصرع عبارت آخر بسته اند بسیار تنگ می باید گفتم که صاحب در بیت خود بسته اند آنرا چه علاج ؎

مبادا نامۂ بلبنا یسم را تر کنی قاصد　　　درین مضمون نازک کرده ام بسیار مضمونرا

شنیده خاموش ماندند[۵۴] عجب مشفق و مہربان بوده وقتی فقیر در لاہور بر زنی عاشق بود - چون کوچ رایات عالیات بجانب شاہجہان آباد شد بصد پریشانی ناچار ہمراه رکاب سعادت روانه شدم - روزی بخانه میر نشسته بودم ذکر آن معشوقه درمیان آمد - مرا گریه بافغان روی داد - میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمود - رباعی

اشکی که مرا ز چشم نم دیده برفت　　　لخت دل من بود که غلطیده برفت

در ہجر تو این نکته بمن شد معلوم　　　کز دل برود ہر آنچه از دیده برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم — در آغوش کفن جسمی چو تب در استخوان دارم

سدِّ راه معصیتها شد پریشانی مرا — داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا

کار ما پیوسته در بند از گشادِ ناخن است — عقدهٔ ما همچو گوهر خانه زاد ناخن است

ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست — چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب هنران جوش تنک ظرفی هاست — آب یاقوت چو زد جوش[۱] رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد — شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما — اِستاد و آب تیغ و روانست خون ما

بحر و کان را نارسا افتاد استعداد فیض — گوهر آبِ دیده و یاقوت خونِ دل نشد

شوقش به برقع از دلِ بیتاب کم نشد — این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغِ من — برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در تهِ پا بود ولی همچو سپند — گام اول نفسم سوخت ازین راه مپرس

مرد حق در عین دنیا داری از دنیا بریست — ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست

این سینه[۲] مستی مرا از بادهٔ خود پرور یست — شیشه تا موج[۱] شکستن میزند[۳] بال پریست

عشق در مصرِ جنون لافِ خدائی میزند — حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آئینه دار راز دلها میشود — چون بخود بالد خموشی ناله پیدا میشود

حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهر است — کار چون نیکو بود خود کار فرما میشود

حق شناسی حیرت افزای دل آگاه شد — جاده بالید آنقدر بر خود که سدّ راه شد

حیرتم برقع کشای شاهد مقصود گشت — عقدهٔ دل عاقبت پیکان تیر آه شد

نهان نگذاشت افسون غمش در پرده ناموسی — پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی

شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم — کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست. بر جمیع سخنوران ماتم شد. میان ناصر علی این خبر شنید زار بگریست وبرین فقیر دلگیر درین مصیبت گذشت آنچه گذشت ع

۱ه ج: موج ۲ه ا: این سینه مست قرار ۳ه ب: میباد هد -

حیف دانا مردن و افسوس[۹۱] نادان زیستن

دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاصمند یافته ع

سرخوش معز الدین محمد موسوی حیف ز عالم سوی ملک معنوی رفت
کشید آه و بگفتا عقل تاریخ معز الدین محمد موسوی رفت

ع دریغا رخت هستی زین سرا بست معز موسویخان سخندان
ز حیرت جست[۹۲] دل تاریخ فوتش خرد گفتا کجا شد موسویخان

از برهمی هنگامهٔ سخن و کساد بازاری اشعار چه نگارم که این قطعه شاهد حال است ع

دریغا شعر رخت از دهر بربست سخن با موسویخان از جهان رفت
ز فوت راجه ابادل نغمه هم مرد نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش جوش عرفان پس از من خواهد اینهم از جهان رفت

آراستهٔ[۹۳] باطن و ظاهر میرزا محمد علی ماهر

استاد همه دان پخته کار انسان صاحبدل کامل عیار بوده با کلیم و قدسی و میر یحیی و غیرهم از شعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته[۹۴]. فقر اختیاری باستقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض پیش مصراع ششماه و هفت ماه فکر میکرد چنانچه برائی این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در ششماه مصرع رساند ع

حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد. نثر مثل ظهوری پر مضامین تازه نگاشته گل اورنگ

[۹۱] ب: صد حیف نادان زیستن [۹۲] ب: خواست [۹۳] ب: واقف اسرار باطن ظاهر [۹۴] د: پیش دارا شکوه مرید خان شد بود چنانچه فرموده. بیت

کرده یار ادت انتخابم بخشید مرید خان خطابم

بعد نوکری دارا شکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشه عزلت اختیار کرد. دیگر کمر نه بست. روزی فقیر گفت که نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان بخشی تن هر دو بحال شما مهربان چرا منصب معقول نمی گیرید. خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام و دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من بآن زن هندو ماند که با شوهر مرده برائی سوختن آمده باشد حرق آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد. حلال خوران سرش شکسته بسوزانند.

درمدح شاہ اورنگ زیب گل سرسبد فکرہای اوست چند فقرہ ازان گلدستہ معانی ایراد می یابد۔
"درعہد صبی بمقتضای سن اگر بباذی گنجفہ دست کشادی بشمشیر سر وا کردی و زر سرخ و سفید بخرج دادی تا از مرکب سازسر کارش نام سیاہی بادام شنیدہ بادام چون پستہ خندان در پوست نگنجیدہ

ماہر
آرد از بہر مشق شاہ مدام
چشم خوبان سیاہی بادام

درعہد خوش نویسی اش از بسکہ یاقوت را مناسبتی بقطعہ نویسی نمی بینند۔ محرران دفتر ہمایونش یاقوت را قطعہ نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاہوری ہمین فقرہ انتخاب نمودہ "خواجہ ریحان کہ باخواجہ سنبل نسبت ہمزلفی داشت" میگفت دیگر ہمین تالیف است۔ واز ساقی نامہ من یک قطعہ درنعت و یک بیت در بہاریہ تازہ برآوردہ بود کہ این نصیبہ تست۔ قطعہ مثنوی ساقی نامہ سرخوش

شرابیکہ پرداز داز ماسوی
بدہ ساقی آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود
زخود بی خبر آگہ از حق شود
باین بی خودی او بود رہنمون
کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بستہ

احمد کہ چشم وچراغ ایام بود
رونق افزای بزم اسلام بود
زو گشت رسا نشۂ عرفان بکمال
مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامہ از بہاریۂ سرخوش

سرزلف وا کردہ سنبل بناز
شدہ از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفۃ العراقین گفتہ بود۔ افتتاح کلام از بہاریہ کردہ مطلعی برائی آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد۔ فقیر گفتہ بنظر گذرانید

سرخوش
ای بر سر نامۂ گل زنامت
باران بہار رشحہ جامت

او برائی ساقی نامۂ فقیر مطلعی گفتہ عنایت فرمود

ماہر
بود نامۂ نقش بخش ادا
کہ بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی درمدح بیگم صاحب گفتہ بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد بیگم صاحب بعد مطالعہ برین بیت محظوظ شدند

ماہر　بذات او صفات کردگار است　که خود پنهان و فیضش آشکار است

پانصد روپیہ صلہ عطا فرمود۔ باعتقاد فقیر ہیچ نداد۔ بایستی برین بیت او را بزر می سنجید۔ پایہ مدح بالاتر ازین چہ باشد۔ فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیدہ و اصلاح گرفتہ۔ سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی بحدی داشت کہ روزی بخانہ مرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند این مطلع تازہ گفتہ بودم خواندم ؎

سرخوش　کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند　میپرد زچشم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند۔ و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانہ دانشمند خان بشاہ ماہر دو چار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم۔ حکیم گفت کہ او بجا میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت استادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت فرمود کہ شما چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود چہ مضائقہ بلکہ فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔ شاگرد مرا در چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدا اند۔

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبع موزون داشت عجزی تخلص میکرد۔ شعر بطرز قدما میگفت فقیر در خدمت او تربیت می یافت در سن ہشت و نہ سالگی روزی براہی میر فرقت خواجہ سرای خوش روی دید کہ بر بالائی چاہ زنخدان خالی داشت۔ این معنی بخاطر آوردہ مطلعی گفتہ ؎

برزنخدان تو خال سیہی افتاد است　ہمچو دلو لیست کہ بالای چہی افتاد ہست

پیش برادر خود خواندم محظوظ شد و مرا در بر کشید و بہ پیشانی بوسہ داد۔ از ان روز در صدد اصلاح کار من شد۔ و در سن یازدہ سالگی در قصبہ کرانہ دختر صاحب حسن رسن بازی را دیدہ این رباعی گفتم۔ رباعی

سرخوش — آن دلبر بوالعجب که ماه پیماست — بالائی علمم چوگل بشاخ رعناست
نی نی غلطم که آفتاب محشر — یک نیزه بر آمد و قیامت برپاست

غلغلۂ این رباعی در تمام میان دوآب افتاد و قاضی پیر محمد راهی وغیره سخنوران که دران گل زمین بودند پیش پدر فقیر آمده گفتند که این پسر چیزی میشود از حال این غافل مباشید۔ در مشق چند مدت کار از اصلاح برادر گذشت۔ ملاقات بخدمت مرزا محمد علی ماهر برد صحبت بایشان موافق افتاد۔ همیشه شعر گفته بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگرفتم۔ به میان ناصر علی اکثر میفرمود که در کار طبع این جوان حیرانم هرگاه می آیا معنی های تازه می آرد۔ از کجامی یابد۔ برهمن پسری مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب سعدالله خان این بیت از زادهای طبع خود برخواند از وست ۵

زمیدان سخن گوی سبق برد — برهمن زادهٔ از دو برهمن

نواب خنده کرد۔ درین اثنا مرزا محمد علی ماهر رسید۔ فرمود که بشنوید برهمن زادهٔ از دو برهمن چه میگوید۔ باز برخواند۔ میرزا گفت از صلابت نواب عبارت را منقلب کرد۔ ظاهرا ایچو گفته باشد ۵

براهمن زادهٔ گوی سبق برد — زمیدان سخن از دو برهمن

برهمن یکی از هندوان پیشتر بود و دویمی چندربهان تخلص میکرد۔
گویا و جویا دو برادر بودند در کشمیر روزی بشاه ماهر گفتند که ماهر دو برادر تخلص[1] طالب کلیم را باهم چه قسم بخش کرده ایم۔ جویا طالب و گویا کلیم۔ شاه گفت معنیهایش را چه قسم باهم قسمت کردید۔
فقیر تاریخ وفاتش را چنین یافته۔

سرخوش — حیف ز بزم جهان ماهر معنی طراز — مست بکنج وصال از قدح موت شد
سرخوش غمدیده خواست سال وفاتش ز دل — گفت خرد آه آه ماهر ما فوت شد

این چند بیت از زادهای طبع اوست ۵

ماهر — چشم چگونه دیدن رویت هوس کند — نظاره بر چراغ تو کار نفس کند
میکند معشوق[2] از پهلوی عاشق دلبری — از پر خود شمع را پروانه میسازد پری

---

[1] ب: نام و تخلص [2] ب: در۔

تا بدل گردیده ام خورسند عالم از من است — در قناعت مور از یکدانه صاحب خرمن است
بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده ام — از تنم صد پیرهن بالیده[۱] تر پیراهن است
سخن[۲] گر عالم از حسن ادا گردد بتسخیرش — خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش
بسکه شد دل بستهٔ احوال ملک و لشکر است — زنگ تاب بر آئینه داغی بر دل اسکندر است
آمد شد نفس که بر و شد مدار عمر — باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر
تنزلش[۳] چو ترقی باختیار مدان — که این نفس ز دل شخص روزگار بود
دو بار سوز دل از نو فغان بلند کشد — می دو آتشه در سوختن سپند کشد

حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است از وست ؎

در من آمیخته از تو اثر پیدا نیست — همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست
آنچنان با تو یکی گشت وجودم ای دوست — که ترا بی تو توان دیدن و بی من نتوان
تمام عمرم با شاهد دو ساله گذشت — حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت
روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم — بازمی بایست گشتن هر دیواری نداشت
همچون نگین که بهر نگین دان شدست خلق — او را خدا برای کنار آفریده است
رباعی — آنانکه ز یکدگر جگر ریش تراند — قومی بستره جماعتی پیشتراند
در غربت بیم مرگ تنهائی نیست — یاران عزیز آنطرف بیشتراند

سعدالله[۴] مسیحای پانی پتی

شاعر غرا از هم صحبتان شیدا بود. باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند. چنانچه خود گفته ؎

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز — من به شیدا مانم و ماند بمن شیدائی من

قصهٔ[۵] رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده اند ؎

---

۱ ب: مالیده. ۲ و ۳ این هر دو شعر از نسخهٔ ب افتاده است. ۴ ب: ملا سعدالله مسیح. ۵ روزمرهٔ اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراقی نیست اما بعضی معنی های تازه و غریب ذکر کرده چنانچه در مدح شیرینی گفته ؎

غذای نفس ز بهر فاقه زاده — غلط گفتم که نفسش مرده زاده

میسحا   دل از عشق محمد ریش دارم   رقابت با خدای خویش دارم

اگرچه این معنی ملا سحابی در رباعی بسته۔

سحابی   آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

امّا این فصیح تر بسته۔ شاید توارد شده باشد۔ ویک بیت در تعریف عصمت سیتا گفته که جمیع خوشخیالان پشت دست گزیدنار[۱]۔ واین یک بیت را به لک بیت سنجیده اند ۵

تنش را پیرهن عریان ندیده   چو جان اندر تن وتن جان ندیده

روزی مرزا محمد علی ماهر این بیت را میخواند و تحسینها میکرد و میدانست که در نعت گفته۔ فرمود که کاش این همه اشعار که در تمام عمر گفته ام با آن هرد نصیب میشد و این یک بیت بمن میدادند۔ فقیر گفت که در تعریف عصمت سیتا گفته۔ شنیده بی اعتقاد شد۔ گفت عجب لیست فطرت و دون همت بود۔ چه طور معنی را در چه محل فرود آورده[۲] ویک بیت در محل فرو رفتن سیتا در زمین نیز گفته امّا خوب گفته ۵

میسحا   گریبان زمین شد ناگهان چاک   در آمد همچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف رسن بازی رباعی نوشته بود که بالا تحریر یافته[۳]۔ در مرثیه امام حسینؑ شهید همان معنی در رباعی و قصیده بسته۔ رباعی سرخوش

کردند چون کوفیان سوی شام روان   بر نیزه سر حسین شاهِ دوجهان

لرزید فلک که شد قیامت برپا   یک نیزه بر آمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح۔

در بزم عاشقان چو برآرم ز سینه آه   چو هیزمی که دود کند دور م افگنند

گر از خراش دلم منکری به[۴] بین بی رحم   که پوست کنده سخن میکند او ناخن

---

۱ ب: هیچ یک قدرت ندارد که چنین تواند گفت ۲ ا: فقیر این معنی را در رباعی بسته گذرانید۔

شرم آئینه دار است ز لبس جانان را   پر ساخته از گل حیا دامان را

عریان بدنش ندید پیراهن هم   چون در تن جان وتن ندید جان را

میرزا شنیده گفت بارک الله این معنی را خوب مسلمان کردند ۳ د: همیشه پشیمان بود که چرا چنین معنی در مدح بزرگی بسته نشد۔ آخر برای مرثیه امام حسینؑ توفیق یافته دوازده رباعی مثل دوازده غزل محتشم گفته در هر رباعی تلاشها کرده۔ وقتی که کوفیان سر مبارک امام بر نیزه روانه شام نمودند۔ در آنجا این طور بستم ۴ ب: به بین برحم۔

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است۔

مسیحا
چون صورت تصویر که باشد بر خوان   بر خوان عطای تو مسیحا محروم

ملا مفید بلخی

از خاک توران ہمچو او معنی یاب صاحب تلاش بر نخاست۔ تازه فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاہی در بلدهٔ ملتان بحضرت منان پیوست[51]۔ فقیر بعد از استماع این واقعه[52] تاریخ فوتش گفته۔

سرخوش
مرد ملا مفید در ملتان   این سخن چون بگوش سرخوش خورد
بر کشید آه و سال تاریخش   گفت ملا مفید بلخی مرد

مفید
از رہائی مگو که چون طاوس   پر و بالم بمهر صیاد ہست
زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر   از گرفتاری طاوس قفس گلزار است
نگردد تا فغان من ہم آواز گرفتاری   زمیل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد
مرا شور محبت برد از جا   پر پرواز شد داغم چو طاوس
بسکه پر شد ز سرمه چشمانش   شد رگ سنگ سرمه مژگانش
تکمه در پیراہن نمی گنجد   از ہم آغوشی گریبانش
نالهٔ[53] من ہمچو نی جانم بلب آورده بود   یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید
زبسکه کرد پریشان غبار خط توام   نفس چو نال قلم گشت تار تار مرا
ز دست طالع ناساز خویش رسوایم   سیاه بختی من ہمچو مشک بو دارد

ملا معنی[54] کشمیری

گویند که بود ہر چه از انگشت بر روی ہوا مینوشتند در می یافت و جواب میداد۔ و یک بیت از و بخاطر است ؎

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پرده رسوا میکند ما را

۵۱ب: فقیر صحبت او در نیافته اما بعد از استماع این واقعه تاریخ فوت او بطریق تعمیه گفته ۵۲و: باوجود عدم آشنائی
۵۳ب: نالهٔ دل ۵۴ا: معی۔ ب: مغنی۔

صائب بیگ ملهم

یک بیت از و بیاد است ؎

جلوهٔ حسن تو شد دام گرفتاری مرا   موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

مئی کلال

رواج سخنوری در عهد جهانگیر دیاره این را هم سر شاعری پدید آمد۔ طبع موزون بہم رسانده دیوانی مختصر ترتیب داده۔ کلال و خدمتیه قومی اند که در باقی بادشاهان هنار و امرای عظام بعهدهٔ ایشان مقرر است۔ غیر از چوبداری و اهتمام سواری قابل هیچ کار نیستند۔ جهانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخواندند[۲]۔ چندگاه در رکاب نواب معلّی خدیو جهان نور جهان بیگم تردّدها کرده عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه زاد در پیشگاه خلافت جهانداری درمیان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزت و اقبال من خواهد بود۔ بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که مئی کلال هم شعر را خوب میگوید امید وار است که بسمع مبارک رساند۔ بادشاه فرمود که الحال کار شعرا باینجا رسید که چندال بگوید۔ بیگم عرض نمود که خانه زاد است و در حضرت تربیت یافته۔ حکم شد که بیارند۔ چون حاضر شد بشعر خوانی فرمان یافت۔ بی تأمل برخواند ؎

مئی بگریه بهری دارد ای نصیحت گر   کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت اینجا هم رعایت اهتمام که پیشهٔ اوست از دست نداده۔ دور کنید۔ بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دویده التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعر خوانی دریابم۔ بیگم باز بادشاه را برین آورد طلبیدند۔ حکم شد که چیزی بخوان۔ قضارا این بیت بخواند ؎

من میبردم و برق زنان شعلهٔ آهم   ای همنفسان دور شوید از سر راهم

بادشاه بخندید و فرمود که به بینید باز پیشهٔ خود را جلوه داده و رعایت نموده۔

منعم حکاک شیرازی

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته در خورد سالی فقیر پیش او

۱ب: شائستہ ۲ب: هزار و پانصدی منصب هم داشت۔

مشق میکرد - در اوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد - از وست ؎

آنرا که زور بازوی کسب هنر بود
دست پر آبله صدف پر گهر بود

در خمارم روز و شب هرچند صهبا میکشم
خشک لب چون ساحلم با آنکه دریا میکشم

می زخم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید
دست بر دائره باشید که می می آید

مشهور[2]

بخوش فکری مشهور است - این دو بیت از وبگوش خورده ؎

خدایا آرزو مطلب بکن[3] حسرت نصیبان را
مده دم سردی صبح وطن شام غریبان را

لبالب دار و امانی زاشکم چون گل از شبنم
مکن از خنده همچون غنچه ام پر گل گریبان را

میر معصوم کاشی

نیز تلاشی بوده یک بیت از وبگوش خورده ؎

تو از سنجاب داری طوق و من از آهن ای قمری
ببین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

میرزا منعم[4]

دو بیت او از بیاض میر معز نوشته آمد ؎

از روی رحم گوش بفریاد ما بده
والله[5] کام خاطر ناشاد ما بده

ای آشنا بیا که چسان آشنا شدی
این شیوه را بیا بخدا یاد ما بده

میرزا قطب الدین مائل

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود - از طالب علمی نیز بهره داشت - با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود[6] - آخر کارش بجنون کشید - ترک منصب نموده در دار الخلافه شاهجهان آباد فروکش کرد - بیست و هفتم رمضان از سنه یکهزار و یکصد و هشت بعد از هفت روز از فوت میان ناصر علی درگذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواه" تاریخ یافت - این چند بیت از وست ؎

---

۱ ب: بخم ۲ ج: مناسب - ب: مشهور شاعر خوش فکر ایران بوده این دو بیت او از بیاض میر معز موسویخان انتخاب شده
۳ ب: بکن ۴ ا: منعم ۵ ب: بالله که ج: والله که ۶ ب: و بر فقیر خود از قدیم مهربانی دارد -

مرده ام اما بیاد همنوایان چمن — می طپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز

پاک طینت راز دنیا دورئی در کار نیست — میتوان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت

در کسوت محبت همه لق را پسند ند — گر تو سیاه چشمی من هم سیاه روزم

بزم ما برهم ز سنگ محتسب کی میشود — شیشهٔ ما چون عنب گر بشکند می می شود

بچشم تیره دلان روشنی غبار بود[1] — سحر بکلبهٔ شب سیل نو بهار بود

به بزم بی خلل میکشان خاموشی — دهان پر گله خمیازهٔ خمار بود

جوش زن ای نو بهاری تا همه مستان شویم — شور کن ای عندلیبی تا همه نالان شویم

هستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا — جلوه کن ای مه لقای تا همه عریان شویم

مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بوده - یک بیتش را فقیر ادعای دیده معنی کرده بسته - هر دو نگاشته می آید -

خوی بار ما باعث آسودگی ماست — زنجیر در خانهٔ دیوانه جنونست

سرخوش: خوی بار باعث آسائش دیوانه شود — گرهٔ جبههٔ ما قفل در خانهٔ ماست

اخوند محمد باقر

یک[2] چند مناسب تخلص میکرد - آخر مشتاق قرار داد و در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر همدم و هم صحبت بود - مرد کوکناری و رمحبت دیاری بسیار درست بود[3] - از وست

بخواب عدم راحتی داشتم — ازین خواب ما را که بیدار کرد

در تیره ابر طالع خود برق حیرتم[4] — بی گریه هیچگاه تبسم نمی کنم

ملا ملک قمی

در بیجاپور از اعیان آنجا بود - ظهوری ذکرش در ساقی نامه آورده است - از وست

خونچکان است ملک تیغ جفامی ترسم

که پی اجر بدر خانهٔ قاتل برود

---

[1] ب: شود [2] ب: اخوند پسران همت خان [3] ب: شعر بسیار گفته [4] ج: حسرتم -

ملا اُشرفی

خوش فکر بود و خوش کلام ازین بیت فکرش روشن است ؎

زکعبه آیم و رشک آیدم بخونبنابی | که از زیارت دلهای خسته می آید

نظیری نیشاپوری

گوئی[۲] فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود۔ سخن سنجان عصر جہانگیری اورا استاد میدانستند۔ با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت۔ درہمان عصر یک نظیری دیگر بہم رسیده ہردو برائی تقرر تخلص باہم درآویختند۔ این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن۔ آخر قرار برین افتاد که نظیری نیشاپوری صاحب مال است ده ہزار روپیه خود موافق عدد "یا" باین نظیری مفلس بدہد که او "یا" را دور کرده نظیر برائی خود تخلص نگاہدارد[۳]۔ سبحان الله عجب زمانه و خوش عهدی بود که چنین معامله پیش می رفت۔ الحال اگر صد تا بر سر ہم کشته شوند در می بخس نا ہند۔ از وست ؎

پرده برداشته ام از غم پنہانی چند	بزیان میرود امروز گریبانی چند
کشته از بس بہم افتاد کفن نتوان یافت	فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند
بی تو دوشم در درازی از شب یلدا گذشت	آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت
نیش خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست	آفتی بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت
جلوه اش ننمود از بس محو رخسارش شدم	ناله ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت
عشق را کام بعہد رخ گلفام تو نیست	صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست
محبت با دل غمدیده الفت بیشتر گیرد	چراغی را که دودی ہست در سر زود در گیرد
آن دہد در گریه پندما که با ما دشمن است	آنکه میگیرد و تشا در ره یار یا دشمن است

نادم گیلانی

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بوده۔ حاجی محمد جان قدسی ہر بیتش را بیک اشرفی[۴] می خرید۔ من اشعاره ؎

گشت زسیر گلستان شیفتگی فزون مرا	ناله عندلیب شد زمزمه جنون مرا
داغدلان عشق را سیر چمن غم آورد	لاله شگفته دیدم و شد خبر از درون مرا

[۱] ج: مشرفی [۲] ب: تا اوائل جلوس جہانگیری بزگو بود [۳] ب: ہمچنان کرد [۴] ب: اشرفی طلا۔

معشوق ما بمذهب هرکس برابراست — با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق راز مدا[1] وا چه فائده — دار دلب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو — چو رکن کعبه چهار است شاه چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارواﺋی — غریبم چو گل بر سر روستاﺋی

ز عکس رخم خاک هر کوچه زر شد — ترا کیسه خالی و من کیمیاﺋی

دو گونه رنج (و) عذاب است جان مجنون را[2] — بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد — فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

بپیچشی در کفنی خواهم و کنج لحدی — غریبم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد — بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرقه کردم من و او تکیه گه دولت ساخت — بسکندر نمدی داد و بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری — در دست تو باده آب دریای گل است

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست — تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم بر پیش مصرعهٔ این بیت مصرع رسانده مطلع ساخت ؎

آن شاخ گل که سینهٔ من گلستان اوست — عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست[3]

ناظم هروی

استاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا باداهای رنگین گفته همه جا دروی

---

[1] ب: میحا [2] این بیت از نسخهٔ ب افتاده است [3] این جا در نسخهٔ ب ۵: حالات میر نجات نوشته است - اما ذکرش در نسخه (ا) نیست - از ب نقل میشود -

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر و معنی یابان صاحب تلاش در ایران بود طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت بالفعل غزلی از او در بحر خفیف بر زبانها است ؎

شوخ بیداد کرده ایم ترا — مطلب استاد کرده ایم ترا

آنقدر ها که یاد ما نکنی — آنقدر یاد کرده ایم ترا

من غلام کسی که گفت نجات — ما کی آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقهٔ او جامهٔ زرد پوشیده بود بدیهه گفت ؎

چون با قبای زرد قدش دلبری کند — آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشها کرده ـ بهمنار نیامده ـ اشعارش شهرت دارد ـ من اشعاره ؎

آن بلبلم که هرگاه از دل کشم فغان را — از خون چو ساغرِ می پر سازم آشیان را
گر لب زخم شهیدان خشک نارد ور نیست — جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را
در خانقاهِ وحدت ذکر مخالفت نیست — چون تار سبحه یک حرف از صد دهن برآید
همتم آزادگان را همعنان افتاده ام — سایهٔ سروم بپای راستان افتاده ام

محمد تقی بیگ انشا

صاحب[۱] طبع است ـ دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد ـ دو بیت از و بیاد است ؎

هرگز ثمر ندارد نهال بیان ما — باشد ز برگِ بید زبان در دهانِ ما
چنان گداختی از عکس خویش آئینه را — که جوهرش چو خس از آب میتوان چیدن

ملا نوعی

در اوائل عهد جهانگیری فوت شد شاعرِ غرای اکبری بوده ـ مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز و گداز گفته ـ وقتیکه هندو زنی با نعش شوهر برای سوختن می آید و پروانه وار قصد آتش میکند ـ این بیت دران وقت گفته ؎

نوعی چنان مستانه بر آتش نظر کرد — که از بدمستیَش آتش حذر کرد

این دو بیت از جملهٔ غزلهای او بالفعل بخاطر آمده ـ من اشعاره ؎

نوعی بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق — گل شگفته به دلهای بیغمان ماند
سویش چو رَوی پیشتر از دیده قدم نه — ور گامی از و دور شوی پای پسین باش[*]

---

[۱] مرد ایرانی است ـ در اجمیر متصل فقیر خیمه زده بود از بندهای همسفر همدگر را نادیده یادیم ـ

[*] در نسخهٔ (ک) بعد از نوعی ذکر نصرت و نادرت درج است که در دیگر نسخه ها نیست از (ک) اینجا نقل میشود ـ

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراسته و بجمیع فضائل پیراسته فکرهای بلند و اندازهای رسا دارد غزلهای طرحی را خوب میگوید ـ مشق بخته ساخته ـ منه ؎

میکشم بی او میِ نابی که میسوزد مرا — آتش افتاد در چنین آبی که میسوزد مرا

حکم چند ندرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذراند ـ طبع درست دارد ـ این ابیات از وست ؎

ای لاله ساخته گل حسن فرنگ را — ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

ملّا نازکی

فکرش خالی از نازکی نیست - من اشعاره ؎

نی گلاب است اینکه بر رخسار همچون میزنی — تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

سرخوش بچشم مست زگرمی گلاب می پاشد — بروی فتنه خوابیده آب می پاشد

طالب نصیب

ازو نیز یک بیت نصیب شاره - من کلامه ؎

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها — گرانی کی توقع میداشتم میرفتم از یادش

میر نجابت

برادر میر سیادت - طبعی رسا داشت - جنونی بود[۵۲] - ازوست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین گهر هم عیب یاب گوهرم — چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم — هست در خانهٔ نقّاش رگ و ریشهٔ ما

آقا محمد حسین ناجی

برادر محمد اسمٰعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکسته تعلیق خطش را کمال خط میرزا محمد حسین واضع الاصل میگیرند و در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشاپردازی عدیم المثل است - مدّتی در سرای شاه عالمگیر رفیق برادر بود - از انجا که بادشاهان بغرور سلطنت سیّما چنین بادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمیتوانند برگشت -

---

(بقیه نوٹ)

سوز دنباگ هم ز تپ عشق تن مرا — چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها — جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شود گر جلوه در بزم می آن برق مشربها — بجا ماند ز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باند از شکار کیست چشم عشوه ساز او — که همچو رشته دام است مژگان دراز او

ز بزم من بردن چو آن بهار باغ جانم شد — چو شاخ گل گل افشان ز آتش دل استخوانم شد

ز جوش بیخودی گردید روشن راز پنهانم — بمحفل جرعهٔ می شعلهٔ شمع زبانم شد

ز تاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم نازت — چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

۵۱ ب: معلوم نیست که کجائیست و که بود اما یک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد -

۵۲ ب: نمی دانم که کارش بکجا رسید - یکدو صحبت او را دیده بودم - این دو بیت ازوست -

واورا نظر بر کمال خود تحمل بر غلط و سهو دشوار بود۔ خود مستغنی ازین کار گشته در اہل خدمت بندگی بجامی آورد۔ چنانچہ روزی لفظ طیّار را بطای حطّی نوشتہ بود حضرت ظلّ الٰہی قلمزده بتای قرشت نوشتہ و بر زبان مبارک گذشت کہ اشرف خان عرض کرده است کہ این لفظ فارسی است وطای حطّی در فارسی نمی آید۔ او در جواب عرض کرد کہ اینہم کلیہ نیست۔ جہت رفع اشتباه۔ صد و شصت وطلا و اکثر الفاظ را بحروفی کہ در فارسی ممنوع عند مینو یسند واگر این لفظ فارسی باشد مخفف خواہد بود کہ دریک کلمۂ فارسی تشدید نیست۔ حکم شد کہ در درّاج و فرّخ و خرّم چہ میگوئی۔ عرض کرد کہ درّاج عربیست۔ و خرّم معرّب و فرّخ دو کلمہ است کہ ترکیب یافتہ فر بمعنی زینت واین قسم کلمات بسیار است مثل شپّر و شبّو و شبّار۔ حرف آخر کلمہ اول واول کلمہ آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف میدہند مثل اینکہ در وضو کن بہ نیم من استنجا۔ ظاہر میشود کہ درین لفظ مصطلح توشخانہ است کہ جانور ہرگاه از گریز برمی آید میگویند طیّار شد۔ بر زبان مبارک گذشت کہ فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فہم است۔ او باین سبب از خدمت استعفا نمود باہیچ یک امیری ملتجی نگردید۔ در سنہ چہل و پنج عالمگیری کہ رایات ظفر آیات بہ تسخیر قلاع دکن متوجہ بود بالتماس تولیّت درگاه حضرت قطب الاقطاب یافتہ در کسب سعادت دنیوی و اُخروی میکوشید۔ از منتخبات غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتاده ایم بگرداب اضطراب — چون رشتہ مانده ایم در آغوش تابہا

در غمت بیخودیِ گشت گریبان گیرم — تا برم نام رفو پیرہن از یاد م رفت

فتنہ را نسبت بچشم می پرستش میدہم — نیم مستش دیده ام ساغر بدستش میدہم

سر کرد غمت بر لب دل تا زدم انگشت — خاری .... آمد رفتم .... برسانم

مثنوی[۱] در شکایت روزگار گفتہ۔ این چند بیت از ان نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چاره آنکس ہلاک است — کہ فکر حاکمانش سنگ خاکست

دہد افسر ہر آنکس را کہ افسار — طپید از نام او چون نبض بیمار

---

[۱] ذکر این مثنوی از بعض نسخہ ہا افتاده است۔

میانی راکه باید تنگ خر بست | کمرهای مرصّع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته | ز بالائش همای کر گذشته
بجز خاک مذلت افسرشس نه | بجز غم صندل دردسرشس نه
چو دیدم اندرین نه طاق افلاک | بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد | بندرت نکتهٔ آن معتبر شد
زر سرخ و سفیدش خرج داده | بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بچنگ او برات شادمانی | همین میر و وزیرشس کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار | ای کلوشان که حکمش سوخت ناچار (؟)
درین بازی مرا سرو اگرفته | تحکم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور بر من میرساند | نادانم زیر دست که نشاند

از انجا که بایست خان معز الیه خواند. چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست

شود گر ابر لطفش سایه افگن | برای مزرع امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان | بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آمد هراسش | که ناید خوشهٔ پروین بداسش

بملاحظهٔ آن که خان نا گوارتکلیفی کند. این چند بیت در عذر آن خواند

ز همت دادن جهان در برِ من | بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل | که نگذارم بگیرد از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم | نگیرد شاید از سرمه صدایم

رباعی

خوش باش بناکامی و مقصد مطلب | بگذر ز طلب و دولتِ سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بُر | یعنی مطلب زهر چه باشد مطلب

دل واشد و هرچه بود در من دیدم | یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم

میپرد از اشتیاق بیخودی چشم حباب | وصل را دریستی جو خانهٔ هستی خراب

بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق | دانهٔ کز برق سالم جست نا رزق آسیاست

آمد بتی بجلوه دلِ برق آب کن — اززین فرو نیامده پا در رکاب کن
مگر بخواب برو تو وا شود چشم — خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
برنگِ آهِ نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم — چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام — عمر ما چو برق قدر یک بغل وا کردن است

در قصیدهٔ[1] منقبت معنی تازه ایجاد نموده ؎

بود یک سایه در دو گوهر پاک — جمک در جمش بیان باشد[ع]

باعتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاء الدین بهائی در نعت بسته و این هر دو توفیق یافته اند ؎

بهاء الدین مرا ز روی تعصب معاندی پرسید — پار ز روی چه معنی نداشت روح الله
جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — با حمد عربی جمع خلق راز الله
مبشر از پی آنکو بشارت آرد زد — روا بود که دو منزل یکی کند در راه

ناطق[2] ؎

کلامش بحسن کلامش ناطق است - خوشگو و معنی بند بوده - از وست ؎

دل وران زلف اگر راه نیابد غم نیست — گو بما باش پریشانی ما هم کم نیست
جنونم نالهٔ زنجیر را افسانه میداند — دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند
مفلس تر از تهی ز تونگر ندیده است — کس رشته را آب گهر تر ندیده است
نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند — اوراق گل شکنجهٔ مسطر ندیده است

ملا نسبتی تھانیسری

شاعر نجیته بود بطرز قدیم و بزبان هندی نیز شعر میگفت[3] نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد-
این چند بیت انتخابی از وست ؎

جدا از ما دلِ ما را بزیر خاک کنید — با این ستم زده در یک مزار نتوان بود
هم دل دزدید صبر و هم دلِ دیوانه را — دزد ما با خانه میدزد متاعِ خانه را

---

[1] در نسخه ج: این قصیده به ملا ندیم منسوب است ۔ [2] ا: ناظم ۔ [3] ب: نسبتی وران زبان تخلص میکرد - یعنی ماه - نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابردی شب که ماه است ع ؎ همچنین در همه نسخه ها -

چون پی دل برون آمد عقل را اول ربود — دزد دانا میکشد اول چراغ خانه را

در پردهٔ خاک نغمه ها هست بسی — آنگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چون ز برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خوش است

نسبتی دل بدرد معتبر است — لاله باداغ آبرو دارد[1]

قاضی نوری

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده - از وست

چنان کز در در آید اهل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان برخاست چون من در چمن رفتم

بتاراج دل ما هر زمان ای غم چه می آئی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید

باصائب[2] همسر بود و همعصر - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران - فکرهائش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش قماشی - چنانکه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود - بشاه جم جاه نوشته

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود

وحید چنان کز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — ز نی گر هر دو عالم را بهم جانان شود پیدا

ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا

میرود از دل تردد واکنی گر دیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[1] د : دارا شکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش

نمی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چو کمان در شکنج خانهٔ خویش

در نسخه (ط) این واقعه به قاضی نوری منسوب است

[2] ب : سر و سر کردهٔ سخن پردازان زمان و قبلهٔ معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و همعصر بوده - بهند نیامده در این (ایام) بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته - هر بیتش ورد زبان سخنوران است دیوانش فهرمعنی گستران است - و بر بعضی فکرهائش مرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهائش کار دست بسته است که حاجتش نیست -

چون نماز فقر غربت زادگان راه عشق
با وجود ناتمامیها قبول درگه اند

ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم
بمن افتاد چون گذرت هزاران رنگ بر آئی

گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است
سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است

شبه را از وحدتش دست تصرف کوته است
کی تواند دیدهٔ احول دو دیدن روز را

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت شما
حال منعم گریه بر احوال منعم میکند

ز یاران کینه هرگز در دلِ یاران نمی ماند
بروی آب جائی قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش
آمد و رفت نفسها جنبشِ گهواره است

درد اکه یکی نیست بعاشق سخنِ تو
بادام دو مغز است زبان در دهن تو

نه امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر
نشان از ما نبود و کشتیِ ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفته است پیش از آمدن
نا چها در وقت کندن از نگین افتاده است

رشک چشم احولم سوزد کز اسباب جهان
هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند
در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت

تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را
شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت
بگوش آید شکست شیشه ام از سینهٔ خارا

فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست
ببال سایه گر فلست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد
نفس صیاد چو در سینه به پیچد دام است

مانند شان موم که ریزنار شمع زد
شد خانه ها خراب که سرشت[۱۵] نهال شد

ز شرمم در پسِ دیوار چون برگ گل رعنا
اگر با لالهٔ روی خویش در یک پیرهن باشم

لبی که زمزمهٔ خواستن بود سازش
صدائی ریختن آبرو ست آوازش

شد هر گرهٔ رشتهٔ من تار صنوبر
از بسکه درو ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری
قبائی شعله چسپانست بر اندام هر خاری

مانده بر خارا نشان صورت شیرین هنوز
شیشهٔ دل را به بین فرهاد چون بر سنگ زد

---

۱۵ ب: سرِ وشِ بهار دیده.

نگاه گریه آلودم چو گوهر ‌ ‌ ‌ ز پشت دیدهٔ پوشیده پیداست

یک بیتش را میر معز و فقیر جواب گفته - هر سه نگاشته می آید ؎

وحید ‌ اگر ناالم ز رنج خار در پا رفته نامردم ‌ ‌ ‌ شلی در زیر پای من شکست این میکند دردم

میر معز ‌ قدم بر محملم افسون تکلیف وطن هردم ‌ ‌ ‌ که همچو عضو از جا رفته افزون میشود دردم

سرخوش ‌ بعریانی مرا دلگیری دیگر بود هردم ‌ ‌ ‌ چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بسته - فقیر نیز بیتی نزدیک رسانده هر دو قلمی میگردد ؎

منه ‌ کی کسی پنهان تواند شد ز دست انداز مرگ ‌ ‌ ‌ شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

سرخوش ‌ پیک پیری چون رسد سامان رفتن کن ز دهر ‌ ‌ ‌ نامهٔ پیچیدهٔ مرگ است هر موی سپید

محمد رفیع واعظ

در صفاهان بفضائل و کمالات مسند آرائی افادت و افاضت است - و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیان را مزین میدارد - و در سخنوری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و مرزا طاهر وحید میزند - دیوانش را میر معز بهند آورده شهرت داده[۱] - مثنوی جنگ شاه عباس با تلم[۲] خان اوزبک بسیار خوب گفته و اقوال دوازده امام را جمع نموده کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشته - ابواب الجنان نام نهاده - قطعه در حمد آن گفته ؎

عطا کرده از گنج انعام خویش ‌ ‌ ‌ بدل یاد خویش و بلب نام خویش

نفس در میان شد چنان بیسکون ‌ ‌ ‌ که یکپا درون است و یکپا برون

من اشعاره -

عرق ناکرده پاک از محفل ما شد نگار ما ‌ ‌ ‌ درین گلشن سبکتر خاست از شبنم بهار ما

گذشت یک شب در میان سر سهی بالای ما ‌ ‌ ‌ کربلائی شد لباس تیره بختی های ما

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم ‌ ‌ ‌ بی زری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد

باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی ‌ ‌ ‌ از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

---

[۱] ب: الحق صاحب سخن پخته و استاد فن است - فکرهای خوب از ؎ [۲] فقط در نسخه (ه) اسلم خان نوشته است در دیگر نسخه ها
ز تلم خان است و سپرنگر تلم خان قرار داده -

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش — که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش
[1] ز آتش پارهٔ خود گرمی دامن کشم امشب — چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آن نگاهِ عشوه ساز او — طناب خیمهٔ لیلی ست مژگانِ دراز او

نماید خاک راه هر دم بانگشتِ عصا پیری — که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا

از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم — کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نمیم
همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار — گر بصورت دور از یاران بمعنی همدمیم

چنان زشتیم که ترسیم چشم رحمت بنگرد سویم — مگر فردا کشد رنگ[2] خجالت پرده بر رویم

ندانستم ز حیرت بار کی برخاست از مجلس — طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد — چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن

چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه — مپیر داز دیدن خورشید رنگ از روی ماه

به پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را — نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را
کسی کز بار پیری حلقه شد قدِ چو شمشادش — سراپا چشم گردد بلا است و می جوید جوانی را
در آفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن — زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را

قد چون خمیده جمله حواست زبون شود — لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان — چون باز بهر صید بود چشم بستنیم

برگشتیم از جهان ز انسان که رو و اپس کنیم — هر دو نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را — که از مژگان نهد انگشت هر دم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرائیست کز غیرت در ان وادی — گریبان چاک نتوان دید نقش پای آهو را

نقطهٔ جیم جمال آن غنچهٔ خندانِ اوست — مستزاد مصرعهٔ ابرو صفِ مژگانِ اوست

میرزا احسن بیگ اتوق

فکر عالی داشت در معنی بابی استاد - در اوائل جلوس عالمگیری[3] منصب گذاشته رخصتِ ولایت گرفت - یکدو مرتبه فقیر را با وی اتفاق صحبت افتاد - یک بیت

[1]: ز آتش پارهٔ خون گرم چون دامن کشم بیرون [2] ب: رنگ [3] ب: ۱۱۱۱-

تازهٔ مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت که تحفه که از هند میبرم این بیت برجستهٔ تست ؎

سرخوش پوشیده تهِ خرقهٔ پشمینه کشم می | چون ابر بود آب نهان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق راست بودن با کج اندیشان بلاست | عکس سرو از آب مواج اژدهاست
با نگین کنده همگامیم در افشای راز | میتوان فهمید حال دل ز نقش پا مرا
آئینه ایست بر سر راهِ عدم وجود | هر کس رسید کرد نگاهی و در گذشت
کوه و صحرا همه یک لعل بدخشانی شد | رنگِ گل بسکه ز شوقِ تو بیابانی شد
حیرت گداز آن مژهٔ سرمه سای را | آمد شدِ نگاه شمارِ نفس بود
دُرد حرف و صاف خاموشیست لب خاموش دار | این سخن از طوطی و از عکس طوطی گوش دار
جُز[۱] نام تو بر زبان نگردد فاش | صد بار اگر زبان بگردانم من
ای جوان در قامتِ خم گشتهٔ پیران نگر | رفته رفته زندگی بارِ گرانی میشود
پیر شدی واثق و از کبر نرستی | کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

محمد[۲] اخلاص و امق تخلّص

نو مسلم در صغر سن صحبت حقائق آگاه شیخ محمد درویش دریافته کسب کمال میکرد و توفیق اسلام یافت. مدّتی از معارف پناه اسلام خود را پوشیده می داشت. پدرش که قانونگوی کلانور بود خبر یافته قصد هلاکش کرد. از انجا گریخته بخدمت فضائل دستگاه مولوی عبد اللّٰه خلف مولوی عبد الحکیم سیالکوتی رفت. برفاقت ایشان در سنه بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پرنور آمده احراز ملازمت نمود. بتلقین بادشاه دین پناه شرف اسلام دریافت. در علوم ظاهری و انشا پردازی نظیر ندارد. گاه گاهی بتقریبی مصرعی موزون میسکند این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

[۱] ب: جُز نام تو بر زبان نگردد. صد بار اگر زبان بگردد [۲] ا: محمد اخلاق واثق.

محتسب میکشی از دستِ تو مشکل شاره است — شیشهٔ می به بغل آبلهٔ دل شده است

از طپش آسودنِ دل شاهد مرگِ دل است — نبض از جنبش چو آساید رگِ خواب فنا ست

بیتو میریزد نمک در ساغرِ من ماهتاب — گرد کلفت میشود بر بسترِ من ماهتاب

میرسی ظالم بفریادم اگر وقتست وقت — میزنا ور نه شبیخون بر سرِ من ماهتاب

درویش واله

بطرف بنگاله بسر میبرد - صاحب معنی بود یک بیت او که برابر لک بیت میتوان گفت

تحریر می یابد از وست ؎

آسمان گو خلعتِ منّت مپوشان بر تنم — زانکه همچون نغمه تاری بس بود پیراهنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده ؎

شهر خوش — زیر بارِ خلعتِ منّت کجا باشد تنم — چون حبابست آبروی خویشتن پیراهنم

ملّا ولی

از حقیقتش کماهی اطلاعی و آگاهی نیست دو بیت او بدست افتاده ؎

ولی[1] — درمانده احوال خودم[2] این چه حجابست — فارغ بگذر طاقت نظّاره که دارد

تهمت زده ام کرد بعشق دگری کاش — پرسیا[3] که غیر از تو بعالم دگری هست

عبدالواحد وحشت

جوانیست از تهانیسر بفکر در آمده تلاش لفظ های شوخ و استعاراتِ بلند دارد از وست ؎

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است — آرزو در سینه بشکن جلوه آرا نازک است

صد بیابان ناله پرواز خموشی گشته ام — سرمه میداند فریادِ دلِ ما نازک است

شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست — شیشه از حیرانیِ دل کن که صهبا نازک است

بسکه از یاد تو حیرانی قیامت شور بود — جوهر آئینه فریادِ دل رنجور بود

در بیابانی که چشم بیخودی وا کرده ایم — هر کف خاکی تجلّی خانهٔ منصور بود

---

[1] ا: واثق [2] د: درمانده یا حوالِ خودم [3] ب: پرسند

خانمان پردازیِ همّت تماشا کرده ایم   صد بیابان عالم از ویرانیِ ما دور بود

محمد عاشق همّت

جوان صاحب همّت و طبع خوشخیال است - فکرهای تازه دارد این شعرها زادهٔ طبع اوست ؎

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود   آتشی بود آن پری تا شیشهٔ ما سنگ بود

در انتظار او نگهم خون شد و چکید   چشم جدا ز دوست گلوی بریده است

بیا هنوز غمم از خمار حسرت نیست   بجام آئینه نه جرعهٔ نفس باقیست

همّت خان[1]

خلف اسلام خان بخشی والاشاهی از امرای عمده بود طبع مثل همّت خود بلند داشت - گاه گاه مصرعی فکر میکرد ؎

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی   چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی

بجز خاری که مجنون داشت در دل   بیابانِ جنون خاری ندارد

محمد[2] هاشم

پدر زن فقیر سرخوش - مرد صاحب کمال بوده هفت قلم مینوشت گاهی فکر رباعی میکرد از وست ؎

رو فقر گزین که فقر بهتر ز غنا   کان سایه کند در آفتابِ[3] فردا

دولت ندهد نجات ز آتش چون فقر   خسخانه به از قصر بود در گرما

میر یحیی کاشی

از شعرای پای تخت - روشناس شاهجهان پادشاه بود - تاریخ آبادی شاهجهان آباد را خوب یافته از وست ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد

---

[1] ذکرش از نسخه ج: افتاده است [2] ب: میرزا محمد هاشم [3] ج: در آفتابِ فردا -

پنجهزار روپیه صله یافت۔ ازپیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گزرانید۔ دران نظم بسته بودہ

سر راجپوتان جگت سنگه بود | که بر شیشه نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هرچند گفت که سنگه و سنگ قافیه نمیشود۔ گفت که ما مغلیم تفریق این چنین الفاظ را چه میدانیم۔ معذوریم۔ آخر به همین بیت از نظر افتاده۔ بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته۔ بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد۔ از وست ہ

حرف تو میبرد ز دل شوق می شبانه را | لب بگشا و باز کن قفل شراب خانه را
خرمی در خاک غربت نیست من هیچو نهال | مشت خاکی از وطن ای کاش بر میداشتم
این هوسها از وجود دل تو الد میکند | مرد تا در سینه دارد دل ز ن آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ہ

ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس | بسکه آسان است این ره میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش۔ مصرعه

احیای سخن چو کرد یکجا جان داد

دیگر شاعری که سرحرف تخلصش یا باشد یافته نشد ناچار همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید۔ اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم نمیتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همین قدر است که درین نسخه ایراد یافته۔ ظاهر است ع

"در هر دهن تنگ نباتی دگر است"

اما فقیر بر احوال و اقوال همین عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سر آمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و بگلشن فطرت موسوم ساخته

ا ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند ۲ د: ذوق۔

نقل گرفته شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماهر که برسخن فهمی ایشان همه را اتفاق است - تحریر یافته - اجازتیست که اگر شعر خوب و معنی برجسته از تازه گوی بگوش خورده باشد یا شمّۂ از احوال و موافق ترتیب که مقرر گشته در حاشیه یا درمتن داخل کنند - حقّا که اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعۂ کمالات خوشنمایانست وطرفه گلدستۂ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرّا و الفاظش از تکلّفات لغات معرّا - فارسی صافش همچون آب روان است و روزمرّه شسته و رفتهٔ شیرازیان - نظمش از نظم پروین سبقت جو - نثرش بر نثر گلستان سخن گو [۱]

سزد این نسخه را گر بر نویسد　　به برگ گُل ز آب زر نویسد

هر که این کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد - با نتخاب نمودن هیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا که اکثر شعرا که بتازه گوی مشهور اند اشعار خوب و برجستهٔ ایشان در اینجا مسطور است - والسّلام علی من اتبع الهدیٰ - هر انتخاب چون پنجه ایست امّا پنجهٔ بد بیضا - اگر یکی ازان کم کنی عیب است و اگر برای بیفزای حماقت و این نمیگویم که این اعزّه سوای این اشعار منتخب دیگر ندارند - بفقیر بوساطت میر معز وغیره اعزّه همیں قدر رسیده -

تاریخی چند که صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نموده اند - کمی و زیادتی بعضی را بتعمیه درست کرده اند و بعضی تاریخات وقوعی و نادر که بگوش فقیر خورده قلمی میگردد -

تاریخ فتح روم که امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار الله برهانه کرده شیخ صفی رضوان الله بطریق تفاول فرموده - غلبة الروم ادنی فی الارض [۲] یافته اند شاهجهان خوش کرده فرمود که از کتابهای تاریخ تحقیق تاریخ کنند که در هشتصد که عدد "ضاد" است این فتح دست داده است -

---

[۱] این عبارت در نسخه (م ۱ ۸) نیست و بجای این عبارت ذیل است که در دیگر نسخه ها نیست :-

از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ غریبه پرداخته ام - چهار پنج مسوّده خود نگاشته مرتب ساخته ام هر مسوّده را یاران از غایت شوق بی رُفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفته بردند و جابجا شهرت داده - اگرچه مقصود حاصل یکیست امّا در اکثر عبارات تغیر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزّهٔ دیگر داخل شده قصّه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوّده هاست - هر که سابق دارد بتسوید این بجان برابر دارد و از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر بنگارد و السّلام [۲] غلبت الروم فی ادنی الارض -

چون دیدند ظاہر شد کہ در سنہ ہشتصد و پنج فتح روم شدہ۔ بادشاہ فرمود کہ تفاوت پنج بسیار است۔
افضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید کہ ضاد ملفوظی بگیر ند فن تعمیہ است۔ مضائقہ ندارد۔

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر عبدالرشید صاحب فرہنگ رشیدی۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم یافتہ

تاریخ فتح بیجاپور کہ بادشاہ عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیہ۔ اخرجناہم من جنات
وعیون وکنوز ومقام کریم۔ یعنی حرف ہم را بر آوردہ حساب باید نمود۔

تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطہروا یافتہ اند۔

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبھلی عند علیک مقتدر یافتہ اند۔

و تاریخ فوت شیخ عبدالواحد کہ از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافتہ اند۔

فقیر تاریخ والدۂ خود فی جنۃ عالیہ یافتہ۔

تاریخ فوت عزیزی دخل الجنۃ بلا حساب یافتہ یعنی عدد لفظ حساب باید بر آورد۔

تاریخ وفات نواب زیب النساء بیگم داخل جنتی یافتہ۔

جلوس شاہ طہماسپ صفوی اہل توران مذہب ناحق یافتہ بودند۔ ایرانیان مذہبنا حق
درست کردہ۔

تاریخ فوت اکبر شاہ در فارسی ع الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ۔

تاریخ فتح بلخ و گریختن نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفتہ ؎

والی توران برآر از ملک توران بعد ازین ثانی صاحب قران بنشان بجایش کن حساب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپہ سالار در کتاب
مآثر رحیمی آوردہ ؎

خبر رسید کہ عنبر برادر کہر کی بکثرتی کہ شد از گرد روز روشن شب
بیمن دولت و اقبال خانخانانی شکست دادش داراب خان شکست عجب
برای ساعت و تاریخ فتح شان گفتم سر غلام برآر کہ کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابوالفضل کہ باشارۂ جہانگیر شاہ بقتل رسید ؎ تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکھہ سهرند است ؎ باغ را رخنه شد و آب نماند

وقتیکه شاه عباس صفوی نهر آب بروضهٔ منورهٔ رضویه آورده حاتم بیگ اعتماد الدوله

تاریخ یافت - آب آمد بروضه داخل شد

درهمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیه ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله

تکلیف تاریخ آن کرد - اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما درچه علم است - گفت در کل علوم اعتماد

الدوله بی تامل گفت - کل علوم از حلیه ملکوتیه بیرون رود - تاریخ است که چون حساب کردند

درست بود -

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نوساخته ام تاریخی بگو -

میر گفت انگشتری تاریخ است - بعد ازان انگشتری دیگر برآورد که برای هردو تاریخ بگو - گفت

دو انگشتر تاریخ است - مورد عنایات گردید -

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر کن علم تخلص ع

زروی فضل بیجاپور شد فتح یافته -

تاریخ فتح حیدرآباد ؎ مدد جو از علی وانگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد

تاریخ فوت حافظ داود مغنی ؎ از نغمهٔ داود برون شد آهنگ یافته اند -

تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت - از حوض لطیف آب بردار - تاریخ یافته اند -

تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت - دم آبی بخور بیاد حسین - یکی تصرف کرد که دم آبی بخور

گفتن خست است - جام آبی بخور بیاد حسین - درست کرد -

فقیر سرخوش حوض و فواره درخانهٔ خود ساخته بود - حوض و فواره - تاریخ شد[۱]

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان درچهار زبان گفته اعجاز است -

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[۱] ب: فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بتعمیهٔ لطیف درست کرده در رباعی البته -

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال مرشد دادش خلافت از استقبال

روی طلب آورد جهانی به نیاز تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

هندی	اتوار ربیع الاول کی دوجی
ترکی	برشنبه ایکی ربیع الاول (؟)
فارسی	روز یکشنبه دویم ربیع الاول

تاریخ تولد پادشاه ششم محرم یافته شش در حساب عدد خبر است خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طهماسپ شاه ظل الله یافته اند۔

تاریخ فوت شاه طهماسپ وجلوس شاه عباس ۵

دوازده امام گفت بنشست — دوازده امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاه عالمگیر ملا شاه ظل الحق یافته[۱]۔

تاریخ جلوس شاه جهان بادشاه۔ شاه جهان باشد شاهجهان۔

تاریخ فوت شاه جهان بادشاه غازی۔ ز عالم سفر کرد شاهجهان۔

تاریخ فوت جهانگیر۔ جهانگیر از جهان رفت۔

تاریخ فوت زمانه بیگ مهابت خان۔ زمانه آرام گرفت۔ یافته اند عجب تاریخ است۔ مشتمل مدح وذم زیرا که مهابت خان بشرارت وغرور مشهور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاه فقیر است وتاریخی به ازین متعذر است۔ کم اتفاق می افتد تمام قطعه نوشته شد۔ قطعه

مغیث ملت ودین شیخ اسلام آنکه در قربت — به شبلی وجنید ار بازپرسی گویمش ثانی
ربود از عرصهٔ دنیا ودین گوی کمالیت — ز درویشان بدرویشی ز سلطانان بسلطانی
فنا از خود بقا با حق بود معلوم درویشان — ازان شد سال تاریخش بحق باقی ز خود فانی

تاریخ همایون بادشاه از بام افتاد۔ مشهور است۔

روزی اکبر بادشاه با شهزاده سلیم که جهانگیر باشد بخانهٔ عزیز کوکه که اعظم خان خطاب داشته مهمان شد۔ مهمان عزیز اند شه وشهزاده۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جهانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان هندی فدائیخان کی جورو موئی۔

۱ب: تاریخ تولد عالمگیر شاه۔ آفتاب عالمتاب۔ یافته۔

تاریخ فوت نواب جعفرخان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی مرموز یافته جعفرخان جیو موی-

تاریخ فوت همت خان- های همت خان رفت- بطریق تعمیه یافته اند- "ها" را دور کرده حساب باید کرد-

رسول خان روز بهائی[1] در راه عیدگاه کشمیر پلی بسته بود- تاریخ آن- بره دین رسول پل بسته

تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته- کرد بنا عیدگاه شاه جهان بادشاه-

تاریخ چند که فقیر بهر خویش یافته

چهار کس از آشنایان فقیر در اکبرآباد در یکسال فوت کردند- از نام هر چهار تاریخ برآورده

وای از دلکام وطاس فولاد و سیدی یار محمد و عبدالواحد-

تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت-

رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی- یافته-

تاریخ تولد پسر خود- اکمل محمد افضل- یافته ام-

تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده- رباعی

از لطف عمیم واهب[2] عز و جل ... چون گشت عمارتم همه مستکمل

شد سال بنای خانه سابق و حال ... آن مسکن افضل این مقام افضل[3]

تاریخ تولد اسکندر شان[4] پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد- یافت-

تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر- قران سعد اکبر شد بناهید- یافت-

تاریخ مسجد خود را که پیش دروازه خود ساخته ام

چون گشت ز فضل ایزد عز و جل ... آراسته این مسجد پر زیب[5] و جلل

اندیشه ز طبع سال اتمامش خواست ... دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته- کعبه حاجات شد مسجد زیب النساء یافته ام-

تاریخ گریختن رانا- ندا آمد که کافر از میان رفت-

تاریخ فوت شیخ سلیمان[6]

[1] ا: بهاتی [2] ا: واجب [3] ا: اکمل [4] ب: اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب: با زیب و حلل [6] ب: تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود- فقیر از نامش برآورده- چنین بسته شده بود-

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا — وارست ز قید ہستی بی سر و پا
ہم شیخ سلیمان شدہ تاریخ وفات — پیمانۂ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت وغیرہ کہ در حسن ابدال بفقیر شدہ بود۔ تاریخ اشراف عدالت یافتہ ام۔

تاریخ۔ فقیر در خواب می بیند کہ شخصی میگوید کہ تاریخ فوت محمد علیخان میر سامان شاہ عالمگیر بگو۔ فقیر میگوید مرا چہ مطلب کہ در فکر بیہودہ وقت ضائع کنم۔ گوینده میگوید مرد خوب بود۔ البتہ بگو۔ چون بیدار شدم و حساب میکنم۔ محمد علیخان بمرد۔ تاریخ بی کم و زیاد بر آمد[۵۱]۔

فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را ہم عدد یافتہ بستہ۔

از غیر بریست ذات یزدان صمد — بگذار دوئی بگوی اللہ احد
سر رشتۂ وحدت ممکن از کثرت گم — چون ہست یکی وجود و واحد بعدد
سرخوش اگرت نشۂ ہوش و خرد است — بشتاب براہی کہ پیمبر بلد است
بر ذات رسول رہنمائی شد ختم — زانرو کہ رسول و راہنما یکعدد[۵۲] است
اسلام بضد کفر بی شبہ و شک — از تقویت شیر خدا شد تبرک
با اول من آمن آمد بحساب — اعداد علی ابن ابیطالب یک
بر حسب مناسبت چو کردیم نظر — آمد بعدد نیز موافق یکسر
تلخی و غم و یاس و ہوس سہو و حساب — عامی اعمی عشق و دوست مہر و مادر
سرخوش دگر این عجب کہ از روی حساب — افتاد بتعداد موافق دریاب
قرب و شب و سبزہ و ہندی و رلعت و خواب — شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می
سرخوش عجب این کہ ز اتفاق بجد — افتاد موافق بحساب ابجد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت — بی عقل و دراز و فتنہ و کوتہ قد

تمت کلمات الشعر تصنیف سرخوش محمد افضل

---

۵۱ ب: تاریخ تولد برادر زادۂ خود کہ اسد اللہ نام داشت۔ شیر خدا۔ یافتہ ۵۲ ب: ہم عدد

فهرست اسماء الرجال

اشارات

ح : حاشیه

* : این نشان اسامی آن سخنوران ماست که داخل این تذکره گشته

اسماء البلاد والاماکن

فہرست کتب

یہ کتاب اور دوسری ہر قسم کی کتب

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور